اسلام کیا ہے؟

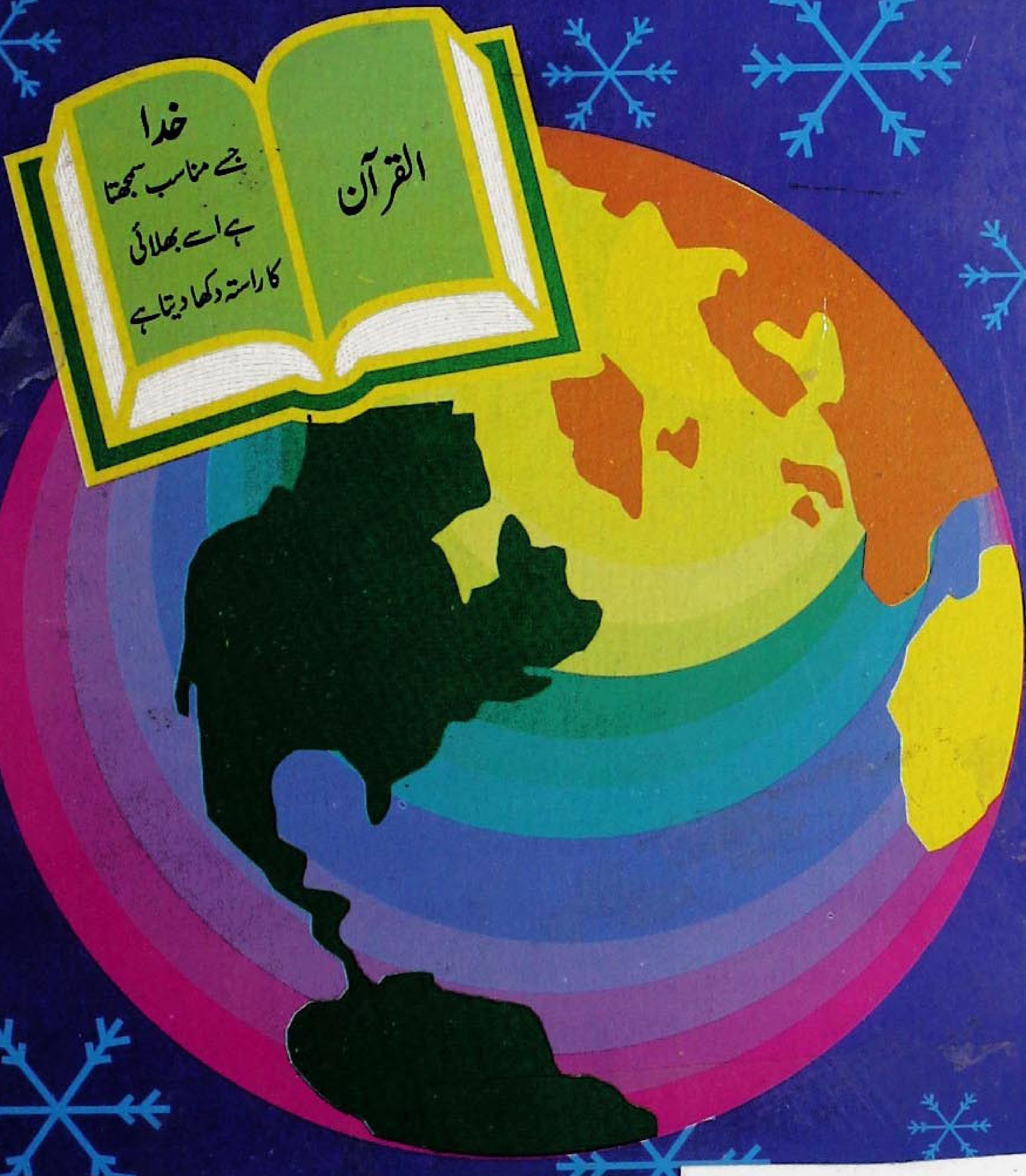

297.01
ب 57 ا
92375

بشیر احمد قریشی

Marfat.com

٢٩٧٠١
ب 957 و
٩٢٣٧٥

ناشر	بشیر احمد قریشی
باب الاشاعت	۱۳۴ گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
فون نمبر	۷۸۳۰۷۱۱
اشاعت	جنوری ۲۰۰۰
تعداد کتب	ایک ہزار (۱۰۰۰)
کمپیوٹر کمپوزنگ	سید اعظم انوار حسین شاہ

Marfat.com

انتساب

اپنے مرحوم و مغفور بھائی ڈاکٹر سردار احمد قریشی سائنٹسٹ امرائٹس
جنہوں نے قرآن اور صحیفہ فطرت کی حقیقتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے
سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۱ "جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے راستے میں خرچ
کرتے ہیں ان کے ایثار کی مثال اس دانے کی ہے جو مناسب زمین میں ڈالا
گیا پھر اس سے ایک پودا اگا جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں، ہر بال میں
سے سو سو دانے نکلے بلکہ سعی و عمل کے نتیجہ میں کئی گنا زیادہ بھی" نیز
سورۂ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۰ "جس وقت پودا پھول اور پھل دینے کی
حالت میں ہو تو اسے غور سے دیکھو" ایک طرف غربا اور محنت کشوں سے
سلوک بے حد رحیمانہ اور اخلاق نہایت بلند رکھا تو دوسری طرف علم
فطرت کی اہم شق زرعی تحقیق کے میدان میں قابلِ رشک محنت سے
گندم اور گنے کی متعدد قسمیں دریافت کیں اور یوں خوراک کی کمی دُور
کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا جس کا دنیا بھر میں اعتراف کیا گیا۔

Marfat.com

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟

اسلام 7

1
- قرآن 11
- مغربی اقوام کا ردعمل 17
- مشرقی اقوام کا رویہ 22
- قرآن کا نظریہ ارتقاء 25
- قرآن کی نظر میں علماء طبیعات 32

2
- مسلمانوں کا غیر مسلم سے رویہ کیسا ہونا چاہیے 33
- ساری نسل انسانی ایک امت ہے 37

3
- عبادت کا صحیح مفہوم 40
- توحید و دیگر ارکان اسلام 44

4
- اسلام کے دس اصول جو توحید کے سرچشمہ حیات سے ابھرے 71

5
- صحیفۂ فطرت 78

6
- روز قیامت کی حقیقت 96

7
- پس چہ باید کرو 98

Marfat.com

Marfat.com

اسلام

ہم ہر روز بلکہ ہر آن دیکھ رہے ہیں کہ کائنات کی ہر شے ایک خاص لگے بندھے قانون کے مطابق اپنا اپنا رول ادا کر رہی ہے اور وہ اپنے طریق کار سے سرمو انحراف نہیں کرتی۔ روز اول سے اسی نہج پر چل رہی ہے جو اس کے لئے ایک دفعہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی٥ (۲۰/۵۰) ہمارا پرودگار وہ ہے جس نے دنیا جہاں کی ہر چیز کو اس کی پیدائش (فطرت) عطا کر کے ہدایت (راہ راست) پر لگا دیا ہے۔ اس میں اپنی مرضی سے کچھ کرنے کی اہلیت نہیں۔

اس لحاظ سے انسان کو چھوڑ کر فطرت کی ہر جاندار اور بے جان شے جو کچھ کر رہی ہے ہدایت ہے، خدا کا بتایا ہوا رستہ ہے، اس کا اسلام ہے۔ ان اشیا کا روز اول سے اسی نہج پر چلتے جانے اور ادھر ادھر نہ ہٹنے کے باعث ان میں کفر یا گناہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہونے کے باوجود روز اول سے اپنے وقت پر نکلتا ہے، وقت پر غروب ہوتا ہے۔ پانی پہلے دن سے نیچے کی طرف بہتا چلا آیا ہے، کبھی اوپر کی طرف نہیں بہا۔ آگ پہلے دن سے جلاتی چلی آئی ہے آج تک جلانے کے فعل سے نہیں ہٹی۔ گندم کا بیج بوئیں تو گندم کا پودا گندم ہی دیتا ہے، چنے کی فصل نہیں دیتا۔ یہ اس لیے کہ سورج، پانی، آگ اور بیج ہدایت پر ہیں۔ اپنے "اسلام" کے پابند ہیں۔ کبھی اپنے اسلام سے منحرف نہیں ہوئے۔ اسی طرح مچھر اپنی فطرت کے مطابق پہلے دن سے کاٹ رہا ہے۔ لومڑی روز اول سے "مکر و فریب" سے اپنا پیٹ پال رہی ہے، کوا جدھر جاتا ہے اپنا رزق "چوری" کر لیتا ہے۔ آنکھ بچا کر جہاں کسی کی چیز اس کے مطلب کی ہو بے خوف و خطر اڑا لیتا ہے۔ بلی چوہے کو بے ڈکار ہضم کر لیتی ہے، نہایت خوب صورت کبوتر کو

Marfat.com

گردن سے پکڑ کر اس کے پرخچے اڑا دیتی ہے اور انسان اس کے فعل کو دیکھ کر تھرا اٹھتا ہے۔ لیکن خالق کائنات کی نگاہوں میں یہ سب ہدایت ہے۔ مچھر، لومڑی، کوا، بلی سب اپنے "اسلام" کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ سب صراط مستقیم پر ہیں۔ وہ اپنے کسی فعل کے ذمہ دار نہیں۔ اسی لیے ان کے احتساب کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

البتہ انسان کا معاملہ مختلف ہے۔ وہ اپنے عمل میں کلیتاً آزاد ہے۔ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آگ جلاتی ہے اگر چاہے تو اپنی انگلی آگ میں ڈال دے۔ وہ اگر چاہے صحیح راستہ پکڑے یا غلط راستے پر جائے۔ اسی لیے وہ اپنے کئے کا ذمہ دار بھی ہے۔

وَقُلِ الحقّ مِنْ ربِّکُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْیُؤمِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلیَکفر (۲۹/۱۸)

"اور اے پیغمبر! تم بے دھڑک کہہ دو کہ سچائی (جو تمہارے پاس آئی ہے) تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ تو جو چاہے اس پر ایمان لائے (اور اس کے مطابق عمل کرے) اور جو چاہے اس سے انکار کردے۔"

کَلاَّ اِنّھا تذکرہ فَمَنْ شَاءَ ذَکرہ (۵۵/۷۴)

"خبردار رہو بے شک یہ قرآن عبرت اور نصیحت ہے تو جو چاہے اس سے نصیحت پکڑے۔"

انسان یہاں تک اپنے افعال میں آزاد ہے کہ خدا بھی وہی چاہتا ہے جو انسان چاہتا ہے، خدا کہتا ہے کہ اگر تو اس برے فعل کو کرنا چاہتا ہے تو پھر میری مرضی بھی یہی ہے تاکہ اختیار وارادہ میں آزادی کے بدلے تجھے تیرے فعل کا ذمہ دار ٹھہرا سکوں۔

وَمَا تَشَاؤُنَ اِلاَّ اَنْ یَشَاءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیماً حَکِیماًo (۷۶-۳۰)

Marfat.com

"انسانو! تم اپنے فعل و عمل میں اس قدر آزاد ہو کہ تم کوئی چیز
چاہتے ہی نہیں مگر یہ کہ وہی شے خدا تمہارے واسطے چاہتا ہے
(یعنی اگر اپنا برا چاہو تو تمہیں روکتا نہیں کیونکہ پھر تمہیں سزا
کیونکر دے)۔ بے شک خدا (اپنے بندوں کے اعمال سے) بڑا باخبر
اور (جزاوسزا کے بارے میں) بڑا صاحب حکمت ہے۔"

خدا نے اختیار وارادہ میں آزادی دینے کے علاوہ انسان کو کائنات کی اشیاء (اور ان کی خصوصیات) کا علم بھی عطا کیا تاکہ وہ ان میں پوشیدہ بے پناہ ذخائر کو دریافت کر کے انسانی امت کی پرورش اور ترقی کا سامان حاصل کر سکے۔ نیز اسے سیدھا اور صحیح راستے پر چلنے کا طریقہ بتادینا بھی مناسب بلکہ لازم سمجھا گیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ آزادی کے غلط استعمال سے وہ جہنم کا ایندھن بن جائے۔ چنانچہ شارع قدرت نے انسانی ہدایت کی تکمیل کیلئے وحی کی روشن، مناسب حال اور جامع ومانع کتاب کی ضرورت محسوس کی اور اسے انبیاء کے ذریعے انسانی افعال واعمال کا مکمل معیار تعلیم قرار دے کر پہنائے زمین کی ہر امت بلکہ ہر گوشے اور قریئے تک پہنچا دینا اپنے پر فرض کرلیا۔

وَلَقَدْ بَعثنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَسُولاً اَنْ اعبد اللّٰهَ وَاجْتَنْبوا الطاغوْتَ○ (۱۶/۳۶)

"اور ہم ہر ایک امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس غرض
کے لیے بھیجتے رہے ہیں کہ لوگوں کو بتلادیں کہ اے
لوگو! اللہ کے اطاعت گزار بن جاؤ اور شیطان سے بچتے
رہو)۔"

وَمَا اَهلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ اِلاَّ لَهَا مُنْذِرُونَ○ (۲۶/۲۰۸)

"اور ہم نے کسی بستی کو بغیر اس کے ہلاک نہیں کیا کہ

Marfat.com

ان کو خبردار کرنے کے لیے ہماری طرف سے ڈرانے والے آئے۔"

وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا كِتٰبٌ مَّعْلُوْمٌ o (۱۵/۴)

"اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر یہ کہ ہلاک ہونے سے پہلے اس کو ایک کتاب معلوم بطور دستور العمل دی گئی تھی۔"

انبیاء نصرانی تھے نہ یہودی' نہ محمدیؑ بلکہ "مسلم" یعنی خدا کے قانون کو تسلیم کرنے والے، نہ انہوں نے کوئی فرقہ بنایا۔ لوگ خود اپنی ضد سے ان شخصیتوں کے پیچھے لگ کر فرقہ بند ہو گئے حالانکہ وہ سب علم یعنی حقیقت لائے تھے جو متحد کر دیتی ہے متفرق نہیں کرتی۔

کائنات کی ہر شے کے "اسلام" کی مانند انسان کا وحی پر کامل ایمان اور انبیاء اور ان کی تعلیم پر ایمان لانے کے بعد اس کی دیوانہ وار اللہ کی اطاعت' اس کی زندگی کے ہر فعل کا اللہ سے لگاؤ' نفس کی ہر خواہش میں اللہ کا ڈر' دل کی ہر جنبش میں جذبہ دین' اعضا کی ہر حرکت میں محبت قوم' کائنات کے ہر گوشے کی ٹوہ میں اٹھتے' بیٹھتے اور لیٹے غور و فکر' خالق کائنات کی نعمتوں سے بھر پور فائدہ اٹھانے کی تڑپ' اتحاد ملی اور غلبہ دین کے لیے سعی و عمل' نماز کے سجدوں میں اور مصیبت کی للکار میں' زندگی کے ہر سانس میں' حتیٰ کہ موت کی ہچکیوں میں الغرض ہر حالت میں اپنے خالق و مالک کی رضا کو پیش نظر رکھنا اسلام ہے۔ ایمان ہے' صراط مستقیم ہے، توحید اور عبادت خدا ہے!

Marfat.com

قرآن

جس طرح کسی مشین کے ذریعے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اس کا استعمال اور طریقہ کار اس کا موجد یعنی خالق ہی متعین کر سکتا ہے اسی طرح انسان کو پیدا کرنے والی ہی وہ ہستی ہے جو اس کی زندگی کے مقاصد کی نشان دہی اور اس کے حصول کے لیے صحیح طریقہ کار متعین کر سکتی ہے۔ چنانچہ یہ طریقہ کار اور مکمل راہنمائی ضروری ہدایات کے ساتھ قرآن حکیم کی شکل میں مہیا کر دی گئی ہے۔ تورات، انجیل اور اکثر دیگر صحیفے جن کی بابت انسان کا ادعا ہے کہ وہ آسمانی ہیں ان کے مقاصد و مطالب محرف ہو چکے ہیں، بہت حد تک الفاظ بدل چکے ہیں، کتابت کی غلطیاں، ذاتی اغراض و مقاصد، زمانے کی دست برد وغیرہ وغیرہ سب کے سب ان کی اصلیت کو چھپانے کا سبب بنے ہیں۔ روئے زمین کے آسمانی کتب خانے میں لے دے کر صرف ایک قرآن ہے جو انسانی تصرف سے محفوظ رہا ہے۔ اس میں ایک حرف کے برابر کہیں تبدیلی نہیں ہوئی۔ الفاظ کی ترتیب میں، آیتوں کے الفاظ میں، سورتوں کی آیتوں میں یہ کتاب بعینہ وہی ہے جو پیغمبر آخر الزمان محمد ﷺ نے دنیا کو دی۔ کوئی تساہل، کوئی کوتاہ نظری، بددیانتی یا غرضمندی اس کو پہلے دن سے نقل کرنے میں نہیں ہوئی۔

قرآن مجید کی عظمت و فضیلت

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ اِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ قُلْتُ مَاالْمَخْرَجُ مِنْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَ کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ نَبَأُ مَا قَبْلَکُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَکُمْ وَ حُکْمُ مَا بَیْنَکُمْ ھُوَالْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ ، مَنْ تَرَکَہٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللّٰہُ، وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی فِیْ غَیْرِہٖ اَضَلَّہُ اللّٰہُ ، وَھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنِ، وَ ھُوَ الذِّکْرُ الْحَکِیْمُ وَ ھُوَ الصِّرَاطُ

Marfat.com

الْمُسْتَقِيْم ، هُوَ الَّذِیْ لاَ تَزِیْغُ بِهِ الْاَهْوَآءُ وَلاَ تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلاَ یَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمآءُ وَلاَ یَخْلُقُ عَنْ کَثْرَةِ الرَّدِ وَلاَ تَنْقَضِیْ عَجَائِبُه'. (رواہ ترمذی)

"حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ایک دن فرمایا: آگاہ ہو جاؤ ایک بڑا فتنہ آنے والا ہے! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس فتنہ کے شر سے بچنے اور نجات پانے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلی امتوں کے (سبق آموز واقعات ہیں' اور تمہارے بعد اس میں اطلاعات ہیں' (یعنی اعمال واخلاق کے جو دنیوی واُخروی نتائج و ثمرات مستقبل میں سامنے آنے والے ہیں، قرآن مجید میں ان سب کی بھی آگاہی دے دی گئی ہے!)۔ اور تمہارے درمیان جو مسائل پیدا ہوں قرآن میں ان کا حکم اور فیصلہ موجود ہے، (حق و باطل اور صحیح و غلط کے بارے میں) وہ قولِ فیصل ہے، وہ فضول بات اور یاوہ گوئی نہیں ہے۔ جو کوئی جابر و سرکش اس کو چھوڑے گا (یعنی غرور، سرکشی کی راہ سے قرآن سے منہ موڑے گا!) اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا، اور جو کوئی ہدایت کو قرآن کے بغیر تلاش کرے گا اس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئے گی (یعنی وہ ہدایت حق سے محروم رہے گا!)

قرآن ہی حبل اللہ المتین یعنی اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ ہے، اور محکم نصیحت نامہ ہے، اور وہی صراط مستقیم ہے، وہی وہ حق مبین ہے جس کے اتباع

Marfat.com

سے خیالات کجی سے محفوظ رہتے ہیں اور زبانیں اس کو گڑبڑ نہیں کر سکتیں (یعنی جس طرح اگلی کتابوں میں زبانوں کی راہ سے تحریف داخل ہو گئی اور محرفین نے کچھ کا کچھ پڑھ کے اس کو محرف کر دیا اس طرح قرآن میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تا قیامت اس کے محفوظ رہنے کا انتظام فرما دیا ہے!)۔ اور علم والے کبھی اس کے علم سے سیر نہیں ہوں گے (یعنی قرآن میں تدبر کا عمل اور اس کے حقائق و معارف کی تلاش کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی ایسا وقت نہیں آئے گا کہ قرآن کا علم حاصل کرنے والے محسوس کریں کہ ہم نے علم قرآن پر پورا عبور حاصل کر لیا اور اب ہمارے حاصل کرنے کے لیے کچھ باقی نہیں رہا۔ بلکہ قرآن کے طالبین علم کا حال ہمیشہ یہ رہے گا کہ وہ علم قرآن میں جتنے آگے بڑھتے رہیں گے اتنی ہی ان کی طلب ترقی کرتی رہے گی اور ان کا احساس یہ ہو گا کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، جو ابھی ہم کو حاصل نہیں ہوا ہے)۔ اور وہ (قرآن) کثرت مزاولت سے کبھی پرانا نہیں ہو گا (یعنی جس طرح دنیا کی دوسری کتابوں کا حال ہے کہ بار بار پڑھنے کے بعد ان کے پڑھنے میں آدمی کو لطف نہیں آتا، قرآن مجید کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ جتنا پڑھا جائے گا اور جتنا اس میں تفکر و تدبر کیا جائے گا اتنا ہی اس کے لطف و لذت میں اضافہ ہو گا!) اور اس کے عجائب (یعنی اس کے دقیق و لطیف حقائق و معارف) کبھی ختم نہیں ہوں گے۔

البتہ قرآن کو صحیح نظر سے دیکھنے اور بہتر طور پر سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کا مطالعہ بعینہٖ نہ صرف اس ترتیب سے ہو جس ترتیب سے رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا کے سامنے پیش کیا بلکہ ان حالات کی روشنی میں ہو جو حالات رسول اللہ کو تیئس برس کی مدت میں کفار مکہ کی مخالفت کے باعث پیش ہوتے رہے۔

Marfat.com

تاریخی نقطہ نگاہ سے قرآن کے مطالعہ سے قاری ایک بات خاص طور پر محسوس کرے گا کہ اکثر سورتوں میں کفار مکہ کو بار بار پہلی قوموں کے ہلاک کر دیئے جانے کی دھمکیاں دے کر ڈرایا گیا ہے کہ وہ اپنے رویے سے باز آئیں۔ ان بار بار تنبیہوں سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں ایک ہی مضمون کو مڑ مڑ کر دہرانا کس شدید ضرورت کی وجہ سے تھا۔ اور جو آج قاری قرآن غیر ضروری سمجھ کر ایک بوجھ سا محسوس کرتا ہے۔ ایک اندھی اور بہری قوم کے لیے جو دیکھتی اور سنتی نہ تھی ماسوا اس کے چارہ نہ تھا کہ ہر نئی وحی پر ان کی بالآخر ہلاکت اور شکست کا اعلان ہو اور اسی ضمن میں وہ ذہن انگیز سچائیاں بھی بیان ہوتی جائیں جو انسان کی نئی نئی دریافتوں کے بعد قران کو ذِکرٌ لِلعَالَمِین اور رسول اللہ ﷺ کو رَحمةً للعالمین اور خدائے عزوجل کو رَبِّ الْعَالَمِیْن ابد لاباد تک ثابت کرتی جائیں۔ یہ وہ موقف ہے جس کی وجہ سے قرآن اہل نظر کے لیے وہ بے مثال کتاب ہے کہ چودہ سو برس سے نہ صرف عقیدت مند مسلمانوں بلکہ دنیا کے بڑے سے بڑے متنور اہل علم کے لیے ایک ہیبت انگیز اور قابل توجہ کتاب مسلم طور پر بنی ہوئی ہے۔ اس کی بظاہر بے ربطی سے جو اکثر اوقات تمام قرآن ہی نہیں بلکہ ایک سورت کی آیتوں کو مسلسل پڑھنے اور بالخصوص مختلف سورتوں کی موجودہ ترتیب سے محسوس ہوتی ہے، مرعوب ہے۔ صحیح معنوں میں عالم شخص ان سورتوں میں بے نیازانہ طور پر بے ربطی اور ظاہری پریشان خیالی دیکھ کر اس کو ایک انتہائی جلیل القدر مصنف کی تصنیف ماننے پر مجبور اس لیے ہے کہ انہی "بے ربط" عبارتوں اور موضوعوں کے اندر وہ صحیفہ فطرت کی وہ عالم انگیز سچائیاں اور متحرک ذہن مقولات دیکھتا ہے جن کی تصدیق آج صدیوں کی تلاش و تفتیش کے بعد بے گمان طور پر ہوتی جا رہی ہے اور نہ معلوم ابھی اور کتنی صدیاں درکار ہوں گی کہ قرآن کے وہ ناقابل فہم حصے جن کو دیکھ کر مخالف اس کو کسی کم علم کی تحریر سمجھ کر ان سے بے

Marfat.com

زار ہو جاتا ہے' بالآخر صحیفہ فطرت کی مزید تلاش و تفتیش کے بعد اسی طرح نمایاں طور پر سچ ثابت ہو جائیں جس طرح پر کہ قرآن کی معاشری، اقتصادی، اجتماعی یا اور باتیں بالآخر سچ ثابت ہو رہی ہیں۔

آج سے چودہ سو پچاس سال پہلے جب کہ تمام دُنیا وہم و جہالت اور شک و گمان کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اور لوگ کائنات فطرت کے ہر مظاہرے سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر سورج، چاند، پتھر، دریا، گائے اور بندر کو پوج رہے تھے کائنات عالم میں صحیفہ فطرت کے واحد حقیقت ہونے کا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ وَالسلام کی طرف سے بہ بانگ دہل اعلان انسانی تاریخ میں وہ عظیم الشان واقعہ ہے کہ دس ہزار قوموں کی مجموعی تاریخ اپنی بڑی سے بڑی شخصیتوں کے کارنامے اور علمی فتوحات اس کے مقابلے میں پیش نہیں کر سکتی۔ سلام ہے اس سرزمین عرب پر جس کے ایک بطل جلیلؐ کے کمال غور و فکر نے دنیا کو وہ سچائی دی جس کے معلوم کرنے کے لیے دنیا کی ہزارہا قومیں ایک دوسرے سے دست و گریباں آج تک اس مسئلے پر ہیں کہ سچائی کیا ہے؟ کروڑوں انسان آج تک صرف اس بات کے فیصلے کے لیے کٹ مرے ہیں کہ دونوں فریقوں میں سے سچائی اور حقیقت کس فریق کے ساتھ ہے۔ قرآن عظیم نے آج سے چودہ سو پچاس برس پہلے اعلان کر دیا کہ صرف صحیفہ فطرت (اور اس سے صحیح طور پر اخذ کیا ہوا علم) حقیقت ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہم و گمان ہے اور انسان کے شایاں شان نہیں کہ اس کی طرف اپنی توجہ دے۔ صحیفہ فطرت اور قرآن کا باہمی تعلق اگلے صفحات پر علیحدہ عنوان کے تحت مزید واضح کر دیا گیا ہے۔

ایک انتہائی طور پر قابل توجہ نکتہ جو آج کے مسلمانوں میں صحیح معنوں میں پھر وہی عمل پیدا کر سکتا ہے جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں کبھی تھا یہ ہے کہ ہلاکت اقوام کی بار بار تنبیہیں جو قرنِ اوّل کے مسلمانوں میں عرب قوم کو ہلاکت

Marfat.com

سے بچانے کے لیے مسلسل سعی و عمل پیدا کر رہی تھیں ان کا اطلاق خاص طور پر عصر حاضر کے مسلمانوں پر بدرجہ اولیٰ اس لیے ہوتا ہے کہ آج کل کے مسلمان عملاً کفار مکہ سے زیادہ منکر خدا اور رسول نظر آ رہے ہیں اور ہلاکت کے قریب خطرناک طور پر پہنچ رہے ہیں۔ ان کو یہ تنبیہیں خاص طور پر اسی طرح پھر بیدار کر سکتی ہیں جس طرح کے قرن اول کے مسلمانوں کو بیدار کرتی تھیں بشرطیکہ ان میں سے ایک مختصر گروہ قرآن، رسول اور خدا پر اسی طرح کا ایمان و یقین پھر پیدا کر لے۔ قرآن کو سمجھنے اور سمجھانے کے حوالے سے ایک حدیث ہے جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کی بدولت قوموں کو اٹھائے گا' ترقی دے گا' عروج بخشے گا' انہیں اس دنیا میں بلندی سے سرفراز فرمائے گا اور اسی کتاب کو چھوڑنے کے باعث قوموں کو ذلیل و خوار کرے گا۔

Marfat.com

مغربی اقوام کا ردِ عمل

ہر چند کہ کلام وحی یعنی قرآن ساری نسل انسانی کے لیے راہِ عمل ہے مگر مغربی حکما نے اسے قطعاً اس نظر سے نہیں دیکھا جیسا کہ اسکا حق تھا۔ وہ اگر چاہتے تو وہ قرآن حکیم سے بہت کچھ اخذ کر سکتے تھے۔ ایک مستقل اور قائم مذہب کی اصلیت تک پہنچ کر اس کو روز روشن کی طرح سچ یا غلط ثابت کر سکتے تھے لیکن وہ مختلف مذاہب کے باہمی اختلاف کو دیکھ کر مذہبی نظریات سے یکسر متنفر ہو گئے اور قرآن ان کے لیے روز اول سے ہی ممنوعہ درخت کی طرح رہا۔ عیسائی پادریوں نے جن کو اس کے کارناموں سے خاص طور پر چڑ تھی اسے جھوٹ اور غلط ثابت کرنے کے لیے بے سروپا افسانے بنا لیے اور بے حد پروپیگنڈا کیا۔ انگلستان کے ایک مشہور فلسفی کارلائیل نے بالآخر ان کے کذب وافترا پر سے نقاب الٹا اور ان کے الزامات کو سریع بد معاشی قرار دے کر عیسائیت کو قرآن اور پیغمبر قرآن کے متعلق غلط نشرو تبلیغ کرنے کی شرم دلائی اور عرب کے آخری پیغمبر کو بطل انبیا کا خطاب دے کر ان کی اولوالعزمیوں کو سراہا۔ انگلستان کے ایک اور مشہور فلسفی فرانسس بیکن نے قریباً چار سو سال پہلے سچائی کی اس تعریف کا اعلان کیا جس کا اعلان قرآن نے ایک ہزار برس پہلے کیا تھا۔ تب کہیں برسوں میں یورپ میں نشاۃ ثانیہ Renaisance یعنی دوبارہ عروج شروع ہوا جو اس وقت تک ہے۔ مذکورہ فلسفی نے قرآن کا گہرا مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس کائنات جہاں میں واقعی صرف ایک سچائی ہے جو صحیفہ فطرت ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سچائی ہر گز نہیں جسے قرآن حکیم نے بار بار دہرایا ہے اور یہ کہ انسان کو چاہیے کہ صرف اس شے کو جو اس کی آنکھ (بصر) دیکھے' اس کے کان (سمع) سنیں، اور اس کا ذہن (فواد) سمجھے، حقیقت سمجھے۔ غالباً اس فلسفی کی نظر سورہ الاسرا کی آیت نمبر (۳۶) پر پڑی ہو گی۔

Marfat.com

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُلًا. (۱۷/۳۶)

اور اس بات کے پیچھے مت پڑ جس کا تجھے علم نہیں (کیونکہ علم وہ شے ہے جو یقینی ہے) اور کان آنکھ اور ذہن سب اس شے کے متعلق پوچھے جائیں گے کہ آیا تم نے اس شے کو سنا تھا' دیکھا تھا اور سمجھا بھی تھا اور اگر تم نے کسی شے کو سننے، دیکھنے اور سمجھنے کے بغیر علم یقین کر لیا تو تم سے اس کے متعلق گرفت ہو گی۔

اس سوچ نے مغرب کو کائنات کی تلاش و جستجو میں لگا دیا اور انگلستان کے مشہور طبعی ڈارون نے "بقائے اصلح" (Survival of The Fittest) کے عالم انگیز مسئلے کو پیش کیا۔ یعنی زور آور شے کے مقابلہ میں کمزور شے مٹتی چلی جائے گی۔ یہ تھیوری حیوانات' نباتات و جمادات پر تو بہت کامیاب اور صحیح ثابت ہوئی مگر جب اس کا اطلاق انسانی امتوں پر کیا گیا تو صلاح کی تعریف میں بے حد واماندگیاں، بے اندازہ مشکلات اور رکاوٹیں پیش آئیں۔ وہی تعریف صلاح جو حیوانی امتوں کے بارے میں فیصلہ کن معلوم دیتی تھی، انسانی اقوام کے رو سے از بس نامکمل، ناقص بلکہ اکثر اوقات غلط نظر آئی۔

ہر چند کہ مذکورہ بالا تھیوری کے حوالے سے نسل انسانی کی ہوش مند اقوام نے بے حد مادی ترقی کی ہے، ان کا علم اوج کمال پر پہنچ رہا ہے، وہ برو بحر اور فضاؤں پر قابض ہو رہی ہیں' انہیں مریخ سے ہم کلام ہونے کی آرزو ہے اور بظاہر سپر پاور کا درجہ حاصل کر چکی ہیں وہ یہ نہ سمجھ سکیں کہ حیوانات و نباتات کے بر عکس انسان میں روحانیت کا ایسا عنصر موجود ہے جسے مضبوط سے مضبوط تر بنائے بغیر نسل انسانی پر "بقاء اصلح" (Survival of the Fittest) کی تھیوری کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ مختلف مذاہب کی اعتقادی اور بے نتیجہ صورت نے ان کو اس حقیقت کی طرف ہر گز نہ پہنچنے دیا کہ مذہب فی الحقیقت اس دنیا میں خوش اسلوبی

Marfat.com

سے رہنے کا طریق عمل تھا جس کو مرور مدت اور زمانے کی دست بُرد نے اعتقادی رنگ دے کر مسخ کر دیا۔ وہ نہ سمجھیں کہ کلام وحی کو قوموں کی موت وحیات کے سوال سے ایک گہرا اور طبعی لگاؤ ہے اور انبیاء جہاں بھی محض اسی غرض سے مبعوث ہوئے تھے کہ ناشناس اور کوتاہ نظر انسان کو قانون الٰہی سے صحیح طور پر واقف کر کے اسے بقا کے صراط مستقیم پر لے جائیں۔ ایک نہ ایک دن انہیں اس حقیقت کا ادراک کرنا پڑے گا کہ جب تک انسانی افراد میں اس قدوسی علم، اس الٰہی ایمان اور یقین، اس روحانیت، اس لازوال عزم کا جزو قلیل موجود نہ رہے، امتیں کیونکر اس دنیا میں دوام حاصل کر سکتی ہیں۔ صالحیت یہی ہے کہ انسانی چلن انسانی فطرت پر قائم رہے سفلی تغیر قبول نہ کر سکے بہتر اور قائم تر فطرت کی طرف رجوع کرے، امت فی الجملہ امن میں ہو' اس کے ہر عضو میں بیداری اور تڑپ برقرار ہو' سب اعضا متناسب ہوں، بڑھے گھٹے نہ ہوں، اس کے کسی شعبے میں نقص پیدا نہ ہو۔ بالفاظ دیگر اس کی ذات (روح) اور طبعی زندگی کی نشوونما بہر صورت متوازن اور ترقی پسند ہو۔ اگر کوئی قوم کہیں ایک حصہ عمل میں بے اندازہ طور پر بڑھ گئی ہو درانحالیکہ باقی حصے بے نشوونما پڑے ہوں تو وہ درحقیقت "صالح" نہیں۔ وہ ایک بے ڈول پیدائش ہے! کسی بد شکل امت کا اس متناسب اور خوب صورت دنیا میں کسی لمبی مدت تک قائم رہنا محال ہے۔

"صالحیت" کا مغربی تخیل جہاں ان اقوام کو مادی ترقی کے مدارج اعلیٰ پر بڑھ چڑھ جانے میں کامیاب ہوا ہے وہاں اس کا غلط مفہوم ان کو اخلاقی پستی کی طرف نہایت تیزی سے گھسیٹ رہا ہے۔ وہ آج اپنی "مادیت" پر خوش ہونے کی بجائے "عدم روحانیت" کا ماتم کر رہی ہیں۔ سیاست کا صحیح علم اگر کہیں ان کو ایک گز ابھار رہا ہے' روحانیت سے بے گانگی ان کو دو گز دبا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اشیائے مخلوقات کے بے مثال علم اور میڈیا کے انتہائی متحرک ہونے کے باوجود مغرب کا

Marfat.com

روئے زمین پر دوام از بس مشتبہ امر ہے۔ "صالحیت" کی صحیح تعریف سے آگاہ ہر دانشور اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ آج کی سپر پاور امریکہ چونکہ بین الاقوامی معاملات میں عدل و انصاف اور اخلاقی تقاضوں کو نظر انداز کر کے محض اپنے ملکی مفاد کو پیش نظر رکھتی ہے اور اپنی پسند کا ورلڈ آرڈر نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا یہ رویہ کائناتی عدل و توازن کی ضد ہونے کے باعث ایک دن زوال کا سبب ضرور بن کر رہے گا۔ انہیں اس حقیقت کا احساس کرنا چاہیے کہ انسانی قوموں کی زندگی اور ان کا اس زمین پر خلود ہمہ تن اس پر منحصر نہیں کہ قانون فطرت کی کسی ایک یا زیادہ شقوں کو مشینی اور میکانکی طور پر لے کر ان پر چڑے عمل قائم رکھا جائے 'انسانی قوموں میں "انسانیت" کا عنصر ہمیشہ سے قوموں کی ترقی کا ایک مؤثر عنصر رہا ہے اور جب تک قوم کے افراد کو کسی ایسی ڈگر پر نہ چلایا جائے جو افراد کے ذہن اور قلب کی دائمی تسکین کا باعث نہ ہو جائے، محض قانونِ فطرت کے کسی حصے کو میکانکی طور پہ چلا دینے سے قوموں میں خلود پیدا نہیں ہو سکتا۔

الغرض اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں قوموں کی ترقی کا سب سے بڑا گر افراد کے ذہنوں میں ایک غیر پیچیدہ اور سیدھے سادھے دستور العمل کا ہونا ہے جس کی بنیاد 'خدا' مذہب' اُخوت اور آخرت کے تخیل پر ہو اور اس میں دنیاوی اور دینی، فوری اور آخروی دونوں نفعے موجود ہوں۔ گوشت و خون سے بنے ہوئے انسان کو چونکہ جسمانی موت سے بالآخر دوچار ہونا ہے اور اس کی فطری بیوستگی اس سے ہے کہ مرنے کے بعد اس کو کیا ہو گا اس لیے فطرت کے خشک اور بے حس قوانین سے اس کا پورا لگاؤ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ اس لگاؤ میں انسانی عقیدت اور امید کی چاشنی ہو۔ یہی وہ بات تھی جس کو اسلام نے بدرجہ اتم قائم کر کے مسلمانوں کی مختصر سی جماعت سے صدیوں تک وہ حیرت انگیز عمل کرائے جس نے اسلام کی ابتدائی تاریخ پر چار چاند لگا دیے تھے۔

Marfat.com

لہٰذا مغرب کو ایک نہ ایک دن اعمال خدا کے مشاہدے کو ملتوی کر کے الفاظ خدا کے مطالعے کی طرف آنا پڑے گا۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْن. کے مصداق دل و دماغ کو ہر قسم کے تعصب کی پلیدگیوں سے پاک کر کے قرآن کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ تب ان کی سب حیرت اور مذبذب حالت تیقن سے بدل جائے گی۔ صلاح کا اکثر غلط تخیل درست ہو کر مکمل ہو جائے گا۔ اور دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے فضا بھی سازگار ہو جائے گی۔

Marfat.com

مشرقی اقوام کا رویہ

مغربی اقوام کے بالمقابل مشرقی اقوام میں صالحیت کا مادی اور روحانی تخیل دونوں اصلاً مفقود ہیں۔ ان کے نزدیک فطرت کا یہ کارگاہِ اعظم اصلاً بیکار اور باطل ہے۔ اس میں کچھ شے لائق تفتیش نہیں۔ کچھ سعی و عمل کی اہل نہیں۔ صالحیت کا وہ انقلاب انگیز تخیل جو انبیاء اکرام نے کسی زمانے میں رواں کیا تھا آج مشرق میں حرف غلط کی طرح مٹ چکا ہے۔ مذہب اور سیاست ان کے ہاں ایک دوسرے سے اس قدر الگ ہو چکے ہیں گویا ان کے درمیان کوئی رشتہ مشترک قطعاً نہ تھا۔ وہ سیاست جو روحانیت کے زور پر اقوام عالم کو انبیا کی وساطت سے ملی تھی وہ آخرت کے لیے محفوظ کرلی گئی ہے۔ قرآن حکیم جو انسان کو صالح العمل دیکھنا چاہتا ہے مسلمان اس کی رواں تلاوت کو ہی دار آخرت کی طلسمی کلید سمجھ رہے ہیں۔ غرض و مطلب سے بحث ہے نہ مقصود و معانی سے سروکار۔ اس کی تعلیم و تعظیم کے اکثر مدعی آج جہانبانی، قوت اور امن، تمکن اور تغلب کے سب اگلے لشکر انگیز ارمانوں کو پاؤں سے ٹھکرا کر خوف و مسکنت اور غربت و افلاس کے عبرت انگیز ماحول میں پڑے پھڑک رہے ہیں۔ انہوں نے تو قران عظیم کے ایک مذہب کو شیعہ، سنی اور حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ کئی ایک مذہبوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔ ان کے دلوں پر خدا اور رسول سے منحرف ہونے کا اتنا خوف نہیں جتنا کہ متقدمین اور ان مختلف فقیہوں کے خلاف ہونے کا ہے۔

قرآن حکیم میں جگہ جگہ آیات میں غور و فکر کرنے کی تاکید ہے مگر وہاں مسلمانوں کی نظر ایک لمحہ کے لیے نہیں ٹکتی۔ وہ ان بلند ترین سچائیوں کو جو قرآن میں بطور "علم" اور "زمین و آسمان کے بھید" اور "تمام کائنات کے لیے نصیحت" کے طور پر پیش کی گئی ہیں علی الحساب پڑھ کر اور نا قابل فہم سمجھ کر ان سے گذر جاتے ہیں اس لیے قرآن سے وہ کوئی مستقل اثر نہیں لیتے۔ زمانہ ہزاروں قدم آگے بڑھ

۹۲۳۷۵

Marfat.com

چکا ہے مگر ان کی آبا پرستی انہیں ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ زمانے کا علم فلک الافلاک کی بلندیوں اور تحت الثریٰ کی گہرائیوں تک پہنچ چکا ہے' فطرت کی قدوسی اور لاہوتی طاقتیں روز بروز معجز نما ہو رہی ہیں۔ مگر رب العرش کی کتاب عظیم کا علم اسی جگہ پر ٹھہرا ہوا ہے۔ کلام الٰہی صرف اس وقت مسلمانوں میں زندگی کے لیے نئے آثار پیدا کر سکتا ہے جب اس کا ایک ایک حرف انہیں ایک نئی وحی کی صورت میں نظر آئے گا' جب رائج الوقت مطالب کو قبول کرنے میں ذہن ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگیں گے' جب اس کی ہر بات متانت اور ثقاہت سے دیکھی جائے گی' جب اس کی ایک ایک آیت بلکہ بعض اوقات ایک ایک جملے اور ایک ایک لفظ پر ٹھہرا جائے گا' ٹھہرنا پڑے گا ضروری نظر آئے گا' جب بات کی تہہ کو پہنچنے کا فکر دلوں پر غالب رہے گا۔ قرآن کریم اس علم و یقین' شہادت اور ہنر کے زمانے میں دو اور دو چار کی مانند' کتاب خدا تبھی ثابت ہو سکتا ہے جب اس کی ہر بات اعتقاد کی ادنیٰ سطح سے اٹھ کر صدق و عدل کے قصر بلند تک نظر آنے لگے گی۔ جب اس کا ہر حکم رسم و توہم کے دائرہ اثر سے نکل کر قانون خدا اور مسلک عدل ثابت ہو گا۔

وَ تَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (۶/ ۱۱۵)

اے پیغمبر! تمہارے پروردگار کے سب کلمات اس کتاب میں صدق و عدل پر ختم ہو گئے ہیں اب کچھ بات کہنے کے لائق نہیں رہی' اور نہ اس کے کلمات کے صدق و عدل کو کوئی خارجی طاقت ہی بدل سکتی ہے اور وہ خدائے عظیم انسانی ضروریات کو سمجھنے والا اور آئندہ احوال کا بڑا علم رکھنے والا ہے۔ پس اسی دین کو جسے رسول اللہ ﷺ نے تئیس برس کی مدت میں سکھلایا' جس کے کلمات صدق و عدل پر ختم ہو گئے اور جسے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی آخری وحی پیش کر کے مکمل کر دیا گیا' اصلی اور مکمل دین اسلام سمجھنا چاہیے۔

Marfat.com

الغرض جہاں مغربی اقوام صالحیت کو مادی قوت کی پیدا کی ہوئی سیاست کے ماسوا کچھ اور سمجھنا گناہ سمجھتی رہیں اور طاقت کی اکڑ پر ہمیشہ قائم رہنے کی فرضی کوشش کر رہی ہیں وہاں مشرقی اقوام خصوصاً مسلمان روحانیت کے اصلی مفہوم کو خیر باد کہہ کر اور کمزوری اور جمود کی پاکبازی کے اپنے اپنے رسمی مذہب سے چمٹ کر اپنے آپ کو صالح سمجھ رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں آپ پستی کی گہرائیوں میں دفن ہو رہے ہیں۔

قرآن نے بقائے اصلح کے مسئلے کو عمل صالح سے تعبیر کیا ہے۔ عمل صالح وہ عمل ہے جس سے انسان کے طبعی ارتقا کے ساتھ اس کا روحانی ارتقاء بھی ظہور پذیر ہو۔ طبعی ارتقا کے لیے صحت کے اصولوں کی پابندی، وقت کی قدر' حصول علم، محنت، نظم وضبط، اتحاد، قوت کا حصول، تسخیر کائنات میں مسلسل جدو جہد اور ہر وہ کام جو تعمیری ہو کرتے رہنا ہے، روحانی ارتقاء کے لیے ایمان باللہ، تزکیہ نفس' عبادت اور خاتم الانبیاء محمد ﷺ کی حیات طیبہ کو نمونے کے طور پر اختیار کرنا ہے۔ انہی ہر دو قسم کے اعمال کے حسین امتزاج سے قرانی اصطلاح "عبادی الصالحون" کے مطابق قوم متشکل ہو سکتی ہے جسے خدائے عظیم نے زمین کی بادشاہت کا حقدار ٹھہرلیا ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے صلاح کے بہت محدود معنی لیے ہیں اور وہ صرف ایسے بندوں کو جو نماز روزہ کے پابند ہوں' زمین کی وراثت کا حقدار سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن کا نظریۂ ارتقاء

مسئلہ ارتقاء اور بقائے اصلح اور بادشاہت زمین کی حقدار قوم سے متعلق قرآن حکیم کی صرف تین آیتیں بمعہ ترجمہ مسلمانوں کے غور کے لیے لکھ دی جاتی ہیں۔

(۱) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْءًا وَّ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥ (۵۵:۲۴)

"تم میں سے جن لوگوں کا ایمان سچے دل سے قائم رہا اور جنہوں نے اس کے علاوہ تن دہی سے اعمال صالحہ بھی کیے، ان سے اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں قیام عطا فرمائے گا جیسے ان لوگوں کو قیام فرمایا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ وہ اس دین کو جو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے، جما کر رہے گا اور بعد ازاں اس خوف کو بھی جو انہیں دشمن سے لاحق ہے، امن سے بدل دے گا۔ ان کا مسلک عمل یہ ہے کہ میرے غلام بن کر میرے حکموں پر چلتے رہیں (یعبدوننی) اور اطاعت گزاری میں کسی دوسری شے کو میرے ہم مقام نہ کریں۔ (لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْءًا)

Marfat.com

اور جنہوں نے اس تمکن اور قیام کے بعد اطاعت
احکام سے انحراف کیا اور اپنی بد اعمالیوں کے باعث
اس نعمت عظمیٰ کی بے قدری کی (کَفَر) تو وہی فاسق
ہیں (اور وہی اجتماعی ہلاکت کے اہل ہوں گے۔''

در حقیقت اس آیہ کریمہ میں شارع فطرت نے مسلمانان عالم کے سامنے وہ عظیم الشان دستور العمل پیش کر دیا ہے جو ہر کیفیت میں اور ہر موقع پر اس کی انفرادی اور اجتماعی اعتقادی اور علمی' روحانی اور مادی زندگی میں پورے طور پر کار آمد ہو سکے۔ اس نصاب عمل میں افراد کے اخلاق کی صلاحیت' اعمال کی درستی' ہمت کے قیام' قوت کے توازن' دینی بہبودی اور دنیاوی خوشحالی کا سامان موجود ہے اور اسی ضابطے کے اندر اقوام کے سیاسی غلبے' اقتصادی ترقی' اجتماعی اقتدار' علمی ارتقاء اور زمین پر سلطنت کے جراثیم مخفی ہیں۔ اس قسم کا تسلط مسلمانانِ عالم کو کئی سو سال تک حاصل رہا اور وہ وقت مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی عروج کی ایسی خوشگوار منزل تھی جہاں ایمان اور عمل صالح کی قوت افزا وساطت سے ہر شکست کا فتح میں' ہر فنا کا بقا میں اور ہر خوف کا امن میں تبدیل ہو جانا یقینی ہے۔ اب امریکہ اور بعض مغربی اقوام پر ایمان اور عمل صالح کے بیشتر رنگ نمایاں ہیں اور اسی کے باعث وہ قومیں ''اعلون'' کے مقام پر متمکن ہیں اور اپنا آرڈر غیر صالح اقوام پر نافذ کر رہی ہیں۔

(۲) وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ○ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ○ (۱۰۶-۱۰۵/۲۱)

''اور ہم زبور میں تمام شرح و ذکر کے بعد یہ بات لکھ
چکے ہیں کہ زمین کے وارث تو ہمارے صالح العمل
بندے ہی ہیں۔ بلا شبہ اسی میں اطاعت گذار قوم کے

Marfat.com

لیے ایک بڑا پیغام ہے۔"

(۳) وَ قَالُوا الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعدَه' وَ اَورَثَنَا الاَرضَ نَتبَوَّأ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجرُ الْعَامِلِیْن. (۳۹/۷۴)

"اور وہ لوگ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے اپنا وعدہ بھی سچ کر دکھایا اور اس سے پیشتر زمین کا وارث بھی ہمیں کو بنایا۔ اب ہم بہشت میں بھی جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ تو دیکھو کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔"

صالح العمل بندوں کو زمین کا وارث قرار پانے کے سلسلہ میں سورہ نمل میں ایک تاریخی واقعہ کا ذکر بڑے حکیمانہ انداز میں ہوا ہے جسے یہاں درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وَ لَقَدْ اٰتَینَا دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ عِلْمًا وَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیراً مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤمِنِیْنَo وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَ قَالَ یَاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمنَا مَنْطِقَ الطَّیر وَ اُوتِینَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُo وَ حُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُه' مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوزَعُوْنَ o حَتّٰی اِذَا اَتَوا عَلٰی وَ ادِا لنَّملِ قَالَتْ نَملَةٌ یَاَیُّهَا النَّملُ اُدْخُلُوا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُه' وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَo فَتَبَسَّمَ ضَاحِکاً مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوزِعْنِی اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحاً تَرضٰهُ وَاَدْ خِلْنِی بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَo (۲۷/۱۵۔۱۹)

Marfat.com

''اور بالتحقیق ہم نے داؤد اور سلیمانؑ کو (اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے) علم (صحیفہ فطرت) عطا کیا تھا۔ پھر (جب ان کو اس علم میں مہارت حاصل ہو گئی اور وہ اپنی سلطنت کو شان و شوکت کے کمال تک لے گئے تو) انہوں نے کہا کہ سزاوار حمد وہ خدا ہے جس نے ہم کو اپنے ایماندار بندوں میں سے بھی اکثر پر فضیلت دے دی (اور اب ہم روئے زمین پر سب سے زیادہ طاقتور ہیں۔) اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا تو اس نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھلا دی گئی ہے (یعنی علم فطرت کے زور سے ہم نے پرندوں کی زبان سمجھ لی ہے اور اب ہم جس طرح چاہیں پرندوں کو حکم دے کر اپنے مطلب کے لیے استعمال کر سکتے ہیں) اور ہم کو تمام دنیا کی نعمتیں عطا کر دی گئی ہیں اور فی الحقیقت یہ ایک کھلے طور پر خدا کا فضل ہے اور جن وانس اور پرندوں کے لشکر (ٹھٹھ کے ٹھٹھ) سلیمان کے لیے جمع کیے گئے (تاکہ وہ ملکہ سبا کے ملک پر حملہ کریں) اور وہ ٹولیوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ پھر جب وہ لشکر وادی نمل (یعنی چیونٹیوں کے میدان) میں پہنچے (جہاں کہ ملکہ سبا نے دشمن کے حملہ کرنے کو روکنے کے لیے زہریلی چیونٹیوں کے لشکر پہلے ہی اس لئے تیار کر رکھے تھے کہ جونہی غنیم ملک پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے وہ چیونٹیاں ان کو ڈنک مار مار کر ہلاک کر دیں تو (سلیمان کے لشکر کو جو پہلے ہی ایسے خطرناک آلات سے مسلح تھے کہ چیونٹیوں کو تباہ کر کے آگے بڑھیں' دیکھ کر) ایک چیونٹی نے (جو غالباً چیونٹیوں کے لشکر کی سردار تھی) کہا کہ اے چیونٹیو!

Marfat.com

(سلیمان کا لشکر بڑے زبردست آلات سے مسلح ہے تاکہ تم سب کو ہلاک کر دے اس لیے) اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم سب کو کچل ڈالے اور تم کو خبر تک نہ ہو۔ پھر (سلیمان کا لشکر غالب ہو گیا اور چیونٹیاں یا اپنے اپنے بلوں میں گھس گئیں یا اس کے لشکر نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ تو) سلیمان کی باچھیں (چیونٹی کے اس قول پر کہ بلا مقابلہ سپر اندازی ہوئی) کھل گئیں۔ اور وہ (بزبانِ حال) پکار اٹھا کہ اے میرے پروردگار مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں (صحیح معنوں میں) تیری اس نعمت کی قدر کروں جو تو نے مجھے (اس قابلیت کی بنا پر) عطا کی (کہ میں ایسا جرار لشکر تیار کر سکوں جس کے مقابلے کی کوئی دوسرا لشکر تاب نہ لا سکے) بلکہ میرے والد کو بھی عطا کی کیونکہ میرے والد کے انتہائی سعی و عمل کی وجہ سے ہی میں قوت اور شوکت کے اس درجہ تک پہنچا ہوں) تو مجھے توفیق دے کہ میں (مزید قوت اور شوکت حاصل کرنے کے یہی صالح اعمال کرتا جاؤں جن کو تو پسند کرتا ہے اور تو مجھ کو اپنی رحمت اور مہربانی سے (جو تو نے مجھے قانون خدا کو صحیح طور پر سمجھا کر کی ہے) اپنے صالح العمل بندوں (کی فہرست میں داخل کر دے (تاکہ منشائے پیدائش کائنات جو اس دنیا میں مادی قوت حاصل کر کے صحیفہ فطرت کی ماہیت کو پا لینا ہے' حاصل ہو جائے۔"

وادی نمل کا یہ حیرت انگیز قصہ ہمارے علما کی "عمل صالح" کے متعلق اس تعلیم کے بالمقابل کہ "اللہ کا فضل" چاہتے ہو تو تسبیحیں کرو اور خدا کا نام زیادہ سے زیادہ لو پھر حضرت سلیمان کے عملِ صالح کی تعلیم کہ اگر دشمن نے چیونٹیوں کا لشکر

Marfat.com

تمہاری فوجوں کو ہلاک کرنے کے لیے تیار کیا ہے تو تم بھی ایسے خطرناک آلات تیار کرو کہ چیونٹیوں کے لشکر اپنے بلوں میں گھس جائیں اور میدان صاف ہو جائے)' پھر اَنَّ الاَرضَ یَرِثُھَا عِبادِی الصَّالِحُونَ کے بارے میں آج کے مسلمان کا یہ خانہ بر انداز تخیل کہ "زمین کے وارث وہ نیک بندے ہوا کرتے ہیں جو تمام دن رات سجدے ہی کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حضرت سلیمان کا "فی عِبادِکَ الصّٰلِحِینَ" کے متعلق یہ تخیل کہ "ضرور گرانڈیل جنوں اور انسانوں بلکہ پرندوں کے لشکر تیار کر کے دوسرے ملکوں پر حملہ کرو تا کہ زمین پر تمہاری سلطنت وسیع تر ہو اور تم دنیا کی تمام ایماندار قوموں میں سے بھی جو اس وقت وارث زمین ہوں' زیادہ فضیلت والی قوم بن جاؤ" ان سب متضاد تخیلات کا موازنہ کر کے ہر سلیم الذہن شخص ایک ہی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ قرآن کی تعلیم آج کے زمانے میں قطعی طور پر بگڑ چکی ہے اور قرن اول کی تعلیم اور آج کل کی تعلیم میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ حقیقت واضح ہو گئی ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ عالم سے ایمان خالص اور اعمال صالح (کے صحیح مفہوم) کی بنیاد پر دنیا کے عظیم ترحصے پر قرار واقعی سیاسی اور اجتماعی حکومت کا وعدہ کیا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے بغیر نہ تو خدائے پاک کا دین کسی معنوں میں اکناف عالم میں متمکن ہو سکتا ہے اور نہ وہ خوف جو آج ہر سمت سے مسلمانانِ عالم پر طاری ہے کسی طرح امن سے بدل سکتا ہے۔ لہٰذا اعمال صالحہ کی غلط تبلیغ واشاعت سے کروڑہا خلق خدا کو اعتکاف خانوں سے نکال کر ان کے پاکیزہ اور احسن الخلق اعضا کو پھر پابند سعی و عمل کرنا ہو گا' خدائے عظیم کے اولوالعزم نبی کی محبت اور شہادت کے نقش کو پھر ابھارنا ہو گا۔ ان کے طلسمی عمل کی حدت جس سے تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی، دل کی مشعلیں جل اٹھتی تھیں، جی جاگ اٹھتے تھے، پر امنا و صدقنا کا نعرہ پھر بلند

Marfat.com

کرنا ہو گا۔ خدائے واحد کی سچی عبادت پر متفق العمل ہو کر اس کے آگے ہمہ تن سر بسجود کرنا ہو گا۔ غلبہ اسلام کی منزل کے حصول کے لیے اتحاد، نظم و نسق، دیانت و محنت، عدل و احسان، ایثار و جہاد، رواداری، سادگی اور کفایت شعاری کے بہترین معیار مقرر کرنا ہوں گے۔ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت، اقتصادیات، ڈیفنس اور دیگر اہم شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں ترقی کرنا ہو گی۔

Marfat.com

قرآن کی نظر میں علماء طبیعات

اور اولو الالباب وہی ہیں جو زمین و آسمان کی تخلیق میں مبتلائے غور و فکر ہیں۔ وہ چلتے پھرتے بیٹھتے اور پہلو بدلتے اس جستجو میں مگن رہتے ہیں کہ اس سلسلہ ءِ لیل و نہار کا سراغ لگائیں اور قوانین خداوندی کی حقیقت پر عبور حاصل کریں۔ ان کی آرزو ہوتی ہے کہ ان کی قوم سنت خداوندی کے اتباع کے قابل ہو اور اپنی گمراہی کے عذاب سے بچ جائے۔ وہ قرآن حکیم پر عملاً اور معناً ایمان رکھتے ہیں تاکہ دنیاوی زندگی کی آلائشوں سے اپنا دامن محفوظ رکھ سکیں۔ ان کے اعمال و کردار کا محور متاع اخروی کا حصول ہے جس کی بدولت خوف و حزن کی بجائے امن و اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اس راہ میں وہ اپنی جانوں کی بازی لگاتے ہیں اور دشمنوں پر غالب آکر رہتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ انہیں خدا کی زمین پر جنت ارضی کے قیام و دوام کا اعزاز حاصل ہو۔ یہی وہ علمی اور عملی معیار ہے جس پر عصر حاضر میں مغرب کے نصرانی پورے اتر رہے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے خدا کے قانون طبیعات کو جان لیا ہے' وہ اعمال صالحہ کی ایک اہم شق کی لم کو پا گئے ہیں۔ اور اپنے فکر و بصیرت کی بنا پر وہ اس فضل خدا سے بہرہ اندوز ہیں جو جنت ارضی کی صورت میں عطا ہوتا ہے۔

اس تمام بحث کا مقصد و مدعا اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمان جہاں حیات اخروی میں جنت کے حصول کے متمنی ہیں وہاں جنت ارضی کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کے حصول کے لیے بھی علمی اور عملی کوشش شروع کر دیں۔

Marfat.com

مسلمانوں کا غیر مسلم سے رویہ کیسا ہونا چاہیے

اگر مسلمان ہر وقت اپنے حُسنِ عمل سے 'اپنی قربانی مال سے 'اپنی وسیع قلبی اور رواداری سے 'اپنے ایثار جان اور جسمی تکلیف سے 'اپنی رحمدلی سے 'اپنے حسن اخلاق اور قلبی نیک نیت سے اپنے ہم جنس اور خدائے واحد کے اپنے ہاتھ سے پیدا کئے ہوئے انسان کے ساتھ اس قدر کامل انس ور غبت رکھتا ہے کہ وہ ان کی بہتری کی خاطر اپنے آپ کو نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا اور اس احسان و تکلیف برداری کے باوجود اس انسان سے کسی اجرت کا طلبگار بھی نہیں ہوتا بلکہ کسی نا معلوم ہستی سے امیدوار ثواب ہے تو بنی نوع انسان کے ساتھ بالعموم اور اپنی جماعت کے ساتھ بالخصوص ایسی مصالحت اور رواداری اس کا عین اسلام اور عین ایمان ہے۔

فَاتقوا اللّٰهَ وَ اَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اطِيْعو اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه‘ اِن كُنْتُمْ مومِنِينَ. (۱/۸)

''تو اے مسلمانو! خدائے عظیم کے مقام و منصب سے ڈرتے رہو اور پھر اس احکم الحاکمین کے رعب مرتبت کے باعث آپس میں کامل مصالحت سے رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی حکمبرداری میں لگے رہو...... اگر تم صاحب ایمان ہو۔''

وَلاَ تُجَادلُوا اَهْلَ الْكِتُبِ اِلاَّ بالتى هِىَ اَحْسَنْ اِلاَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا مِنهُمْ وَقُوْلُوْا امَنَّا بالَّذِىْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَه‘ مُسْلِمُوْنO وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيكَ الْكِتابَ فَالَّذِيْنَ اٰتينٰهُمْ الكِتٰبَ يُؤمِنُونَ بِه وَ

Marfat.com

مِنْ هٰؤُلَاۤءِ مَن يُؤْمِنُ بِهٖ وَمَايَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَا اِلاَّ الْكٰفِرُوْنَo

(۲۹-۴۶-۴۷)

"اور مسلمانو! دین اسلام کو وسیع کرنے کی خاطر اہل کتاب کے ساتھ نہایت عمدہ طور پر بحث کرو۔ البتہ جن قوموں اور لوگوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے انکے ساتھ اس رعایت کی پابندی نہیں (کیونکہ تمہارا اور ان کا معاملہ مقاتلے کا ہے مجادلے کا نہیں)۔ ہاں صلح پسند لوگوں سے کہو کہ دیکھو اے بھائیو! ہم اس کتاب خدا پر عمل پیرا ہیں جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس کتاب پر بھی ہمارا عمل ہے جو تمہاری طرف اتاری گئی اور ہمارا تمہارا خدا بھی ایک ہے پھر ہمارے تمہارے درمیان بنائے نزاع ہی کیا ہے اور ہم نے تو اپنے آپ کو ہمہ تن اس خدائے عظیم کے احکام کی پیروی کے لیے سپرد کر دیا ہے۔"

اور اے محمدؐ! اس انداز مصالحت اور وحدت بنی نوع انسان کو پیش نظر رکھ کر ہی ہم نے یہ قرآن عظیم تم پر اتارا ہے۔ تو جن جن امتوں کو ہم نے اپنا قانون عطا فرمایا ہے اور اس کو سمجھنے کی اہلیت بخشی ہے وہ تو متذکرہ قول پر ایمان لا کر عمل کریں گے (یؤمِنُون بِہٖ) اور یہی نہیں بلکہ ان اہل عرب میں سے بھی بعض ایسے حق پسند لوگ ہیں جو اس قول کی صداقت کو تہ دل سے تسلیم کریں گے اور تمہارے ساتھ متحد العمل ہو جائیں گے (من یومِنُ بِہٖ) اور ہماری آیتوں کی حکمت سے بھی انکار کرنے والے تو وہی لوگ ہیں جو سرے سے ہمارے وجود کے منکر ہیں۔ (الکٰفِرون)۔

Marfat.com

اس دائرہ مصالحت سے اگر کوئی قوم مستثنیٰ ہے تو وہ جس نے اسلامی جماعت پر ظلم کیا۔ اور دعوت الی اللہ کی مخالفت کر کے مسلمانوں کو خانہ بدر کیا۔ ان کے مال و جان پر دست درازی کی اور خدا کے پیغام کی تبلیغ و اشاعت سے روکا۔ اس صورت میں ایمان کا تقاضا ہے کہ صلح کو بالائے طاق رکھ کر امت کی حفاظت اور خدا کا بول بالا کیا جائے اور ان سے جنگ کی جائے۔

اذنَ لِلّذِیْنَ یُقٰتَلُون بِاَنّھُمْ ظُلِمُوا وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلیٰ نِصْرِھُمْ لَقدِیْرُ o اَلّذِیْنَ اُخرجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقّ اِلاَّ اَنْ یَقُوْلُوا رَبَّنَا اللّٰہ وَ لَوْلاَ وَ فَعُ اللّٰہ اَلنّاس بَعضَھُمْ بِبعْضٍ لّھُدّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَ صَلَوَاتٌ وَ مَسْجِدُ یَذکَرُ فِیْھاَ اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْراً وَ لَیَنْصُرنَ اللّٰہُ مَنْ یَنْصُرہ، اِنّ اللّٰہَ قَوِیٌ عَزِیزٌ o اَلّذِیْنَ اِنْ مَکنّھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقاموُا الصَّلوٰۃَ وَ اٰتُوالزّکٰوۃ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوا عَنِ الْمُنکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَتہ الاُمُوْر o (۲۲-۳۹-۴۱)

"لوگو! جن علمبرداران خدا کے ساتھ کوئی دوسرا فریق جنگ کرتا ہے ان کو بے شک اجازت ہے کہ اس بنا پر جنگ کریں کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور خدا بھی لامحالہ ایسے ہی مظلوم لوگوں کی حمایت پر تلا ہوا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے، مصیبتوں کا شکار ہوئے، ملک بدر کئے گئے اور یہ جنگ کا حکم جاری رہے گا تاوقتیکہ دشمن اس بات کا دل سے اقرار نہ کرے کہ ہمارا پروردگار خدائے عظیم ہے (اِلاَّ اَنّ یَقولُ رَبَّنَا اللّٰہ) اور لوگو! خدا جنگ کا حکم دے کر

Marfat.com

لوگوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل حفظ نفس کے لیے آمادہ نہ کرتا اور اقوام عالم کے اندر جنگ کی خواہش کے ساتھ ساتھ جذبہ دفاع قائم نہ کرتا تو انسان ایک دوسرے کا دشمن اس طرح بن جاتے کہ نصاریٰ کے صومعے اور گرجے اور یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں بیٹھ کر خدائے عظیم کا احساس کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ (یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا) کبھی کے گرائے جا چکے ہوتے اور یہ خدا کا دستور ہے کہ وہ اس قوم کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے (مَنْ ینصرُہٗ)۔ اے لوگو! خدا بڑا صاحب قوت اور بڑا صاحب عزت ہے اور انہی قوموں کو پسند کرتا ہے جو اس دنیا میں طاقتور اور باعزت بن کر رہتی ہیں بلکہ اپنی عزت کو بچانے کے لیے انتہائی کوشش کرتی ہیں۔ اور یہ وہ عزت پسند اور حامیانِ دین لوگ ہیں کہ اگر اس مظلوم حالت میں دشمن سے لڑا کر ہم نے ان کے پاؤں اس زمین میں جما دئے اور ان کو بادشاہت عطا کر دی تو یہ دنیا میں ہمارا ہی بول بالا کریں گے (اقامو الصّلوٰۃ)، جماعت کی بہتری کی خاطر ہر ممکن ایثار کریں گے (وَاتوا الزّکوٰۃ)، لوگوں کو اتحاد کی سب سے بڑی نیکی کی دعوت دیں گے (وَامروا بِالْمَعْرُوف)، تفرقے کی سب سے بڑی برائی سے باز رکھیں گے (وَنھَوْا عَنَ الْمُنْکر) اور سب معاملوں کو درست کرنا تو خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر ان لوگوں کو اہل سمجھے گا تو زمین کی وراثت عطا فرمائے گا۔"

Marfat.com

ساری نسل انسانی ایک امت ہے

قرآن حکیم امتوں کے عروج و زوال کا ایک عالم آرا قانون ہے جو سب قوموں پر حاوی ہے اور پہلے مذاہب بھی اسی قانون کے ابتدائی ٹکڑے تھے جو وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے انسانی شعور کے مختلف مراحل میں انبیا کی وساطت سے بنی نوع انسان کو دیے گئے۔ اس نقطہ نظر سے سب انبیاء کا پیغام ایک اور مسلسل تھا اور اس کا مقصد انسانی قوموں کو ان کے زمین پر قائم رہنے کا قانون بتدریج واضح کرنا تھا۔ قرآن حکیم کے باربار دعاوی کے باوجود کہ خدا کی "الکتاب" جو بھیجی گئی تھی "علم" تھی خدا کے پیغام کو کسی قوم نے علم یعنی حقیقت اور سائنس نہ سمجھا۔ اگر یہ ہو جاتا تو مذہب بھی اور علوم فطرت کی طرح حقیقت کا بلند درجہ حاصل کر لیتا اور سب دنیا اسی ایک حقیقت پر باقی علوم کی طرح متفق ہو جاتی بلکہ مذہب کے متعلق فرقہ بندی اور تعصب بھی قطعاً دور ہو جاتے۔ قرآن میں وَمَا تَفَرَّقُوا اِلاَّ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْياً بَيْنَهُمْ. (۴۲/ ۱۴) کا محاکمہ ہے یعنی "انسان نے آپس میں بغاوت کر کے علم (اور حقیقت) کے آنے کے بعد بھی گروہ بنا لیے" اور یہی تاکید بار بار ۴۵/ ۱۷۔ ۳/ ۱۰۵۔ ۱۰/ ۱۹۔ ۱۱/ ۱۱۸۔ ۲/ ۲۱۳۔ میں ہے لیکن سورہ ہود میں حسب ذیل حیرت انگیز آیت تمام دنیا کے انسانوں کے "ایک امت ہونے اور ان کی وحدت مذہب کے متعلق ہے جس میں صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ بنی نوع انسان کو پیدا ہی اس لیے کیا گیا کہ ایک امت بن کر رہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو تمام مخلوق خدا سے جہنم کو بھر دیا جائے گا۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلاَ يَزَالُونَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلاَّ مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذَالِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

(۱۱/ ۱۱۸۔۱۱۹)

Marfat.com

"اور اگر خدا اپنی مرضی کے مطابق کرتا تو ضرور ہی نوع انسان کو ایک امت بنا دیتا لیکن انسان (اپنی مرضی کے مالک ہو کر) ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہے ہیں الا وہ لوگ جن پر اتفاق کا صحیح راہ عمل دکھا کر رحم کیا اور اسی وحدت کے لیے خدا نے انسان کو پیدا کیا (اور اگر یہ نہ ہوا تو) تیرے خدا کا قول پورا ہو کر رہے گا کہ میں ضرور جہنم کو تمام جن و انس سے بھر کر رہوں گا۔"

ایک دوسری جگہ ہے:۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ وَ لَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (۱۶/ ۹۳)

"اور اگر خدا اپنی مرضی کرتا تو ضرور تم کو ایک امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو مناسب سمجھتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو مناسب سمجھتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم ضرور اپنے عملوں کے متعلق پوچھے جاؤ گے۔"

الغرض اگر مذہب امتوں کے عروج و زوال کا قانون ہے تو مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ اس علم کو پورے طور پر سمجھنا کس قدر ضروری ہے اور روئے زمین پر انسان کا ایک امت ہو جانا اور مذہب کے بارے میں اختلاف نہ پیدا کرنا از روئے قرآن کس قدر ناگریز اور اس کے بارے میں یہ غفلت کا انجام کس قدر خوفناک ہے۔

آج قوموں کے اس اختلاف کے باعث جس قدر جلد جہنم انسانوں سے

Marfat.com

بھر اجارہا ہے ہر صاحب نظر پر واضح ہے اور اگر دنیا نے مذہب کو علم سمجھ کر سب قوموں کو ایک مذہب پر متحد نہ کیا تو اس جہنم کی آگ کا روز روز تیز تر ہوتے جانا اٹل ہے۔ انسان اپنی مجموعی احمقیت کی وجہ سے ابھی تک اس ابتدائی حقیقت تک بھی نہیں پہنچا کہ ایک ہی نوع انسان کو ایک خدا کی طرف سے ایک ہی پیغام مل سکتا تھا اس لیے مذاہب عالم کا وہ کچھ بن جانا جو وہ آج کل ہیں قطعاً غیر فطری ہے۔ انسان کا خدا کی طرف سے دیا ہوا "مذہب" صرف دین فطرت ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے لائحہ عمل کو اختیار کرنا انسان کی ہلاکت کا باعث ہو گا۔ انسان ایک امت اسی طرح پر ہیں جس طرح کہ ہر حیوانی نوع ایک امت ہے اور چونکہ کسی حیوانی نوع کے افراد آپس میں ایک دوسرے سے برسرپیکار نہیں ہوتے اس لیے انسان کا آپس میں جنگ و جدال کرنا غیر فطری ہے۔

لیکن وحدت امت یا بالالفاظ دیگر وحدت مذہب کا مسئلہ ایک بڑا کٹھن اور مشکل مسئلہ ہے جس کا حل زمین کی ترقی کے اس مرحلے میں قریباً ناممکن نظر آرہا ہے۔ قرآن کو قانون خدا ماننے والی امت کا فرض سردست اتنا ہے کہ اپنی امت کے اندر سب قسم کے تفرقے مٹا کر اسی طرح کی امت بن جائے جیسی کہ اسلام کی شروع کی صدیوں میں تھی اور اس کے بعد اپنی اخلاقی و روحانی اور مادی طاقت میں نمایاں ہو کر اتحاد عالم کی دعوت مسلسل طور پر تمام اقوام عالم کو دیتی رہے بلکہ تمام اقوام پر اپنی اخلاقی اور مادی قوت کے زور سے غالب آکر رہے۔ اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کے مصداق بن جائے جس واحد غرض کے لیے آخری رسول بھیجا گیا تھا۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ. (۹/ ۳۳)

Marfat.com

عبادت کا صحیح مفہوم

اس ضمن میں عبادت کے صحیح مفہوم کو واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ عبادت کے قرآنی معنی آج صدیوں کے انقلاب تخیل کے بعد قطعاً مسخ ہو چکے ہیں۔ عامۃ الناس نے اس کے معنی محض نماز پڑھنا اور دوسرے ارکان کی ادائیگی لے لئے ہیں۔ مگر قرآن کریم کے اندر "عبادت" کا اصلی مفہوم اب تک موجود ہے بشرطیکہ اس کی آیات میں صحیح تدبر کیا جائے۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارکعوا وَاسجدوا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافعَلُو الخیر لَعَلَّکُمْ تفلِحُونَ ۝ (۲۲/۷۷)

"اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! اپنے خدا کے حضور میں عملاً جھکتے رہو (ارکعوا) اس کے سب احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دو (وَاسْجُدُوْا) اس کے سچے غلام بنے رہو (وَاعبدُوْا) اور بھلے اور خدا کے پسندیدہ کاموں میں لگے رہو تاکہ بالآخر تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور اپنی مراد کو پہنچو۔"

اس آیت میں ارکعوا' اسجدوا' اور اعبدوا کے تین الفاظ آئے ہیں اور اگر خدائے زمین و آسمان کا کام ہر قسم کے حشو وزواید' بے نتیجہ تکرار یا شاعرانہ فصاحت سے قطعاً مبرا ہے اور اس کا ایک جملہ' ایک لفظ' اور حرف بھی ادل بدل' پس و پیش' یا حزف نہیں کیا جا سکتا تو اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ تینوں الفاظ کے تین مختلف معانی ہیں۔ ان کو نماز کا رکوع و سجود سمجھ کر قریب المطالب یا مترادف المعانی قرار دینا یا زور بلاغت کا تکرار سمجھ لینا کلام خدا کی توہین ہے۔ سجدہ اور عبادت ایک کیفِ دل کی دو مختلف حالتیں ہیں اور اسی لئے بالالتزام علیحدہ بیان کی گئی ہیں۔ "سجود" کے معانی بھی ماتھا ٹیکنے یا سر جھکا دینے کے نہیں بلکہ اس

Marfat.com

سے مقصود تکیف اطاعت اور اطاعت ہی ہے، اگرچہ نماز میں ماتھا ٹیکنا اس کا ایک جز ضرور ہے۔ مطیع شخص ممکن ہے اپنی اطاعت کے اظہار میں ماتھا بھی ٹیکے مگر ہر رسمی ماتھا ٹیکنے والا لازماً مطیع نہیں ہوتا۔

سورہ الرحمٰن میں ہے : وَالنجم وَالشَّجرُ یَسْجُدانo (۶/۵۵)اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں یعنی احکام خدا کی اطاعت میں مصروف ہیں۔ ظاہری سجدہ مراد نہیں اور نہ ہو رہا ہے۔ سورۃ النحل میں ہے۔

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْض من دَابۃًo(۱۶/۴۹)

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں چلنے والی شے ہے خدا کے آگے سجدہ کر رہی ہے یعنی اس کے قانون کی مطیع ہے۔

سورہ آل عمران میں اہل کتاب کے متعلق کہا ہے :

یَتلُون اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰناءَ الَّیْلِ وَ ھُمْ یَسْجُدُوْنَ. (۳/۱۱۳)

یعنی رات کے اوقات میں احکام خدا کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں۔

حالانکہ زمین پر ماتھا ٹیکنا ان کا طریقہ نماز نہ تھا اور آج بھی نہیں۔ قرآن میں کئی اور مقامات پر بھی سجدہ کا لفظ آیا ہے جہاں ظاہری سجدہ مراد نہیں بلکہ اطاعت ہی مقصود ہے۔

یہی بات وَ اَقِیمُو الصَّلٰوۃ وَاٰتوآ الزکاتہ وَالرّکَعُوْا مَعَ الرّاکعِونَ. (۲/۴۳) سے ظاہر ہے۔ یعنی الصَّلٰوۃ پر قائم رہو اور الزّکٰوۃ دیا کرو (اور سب سے اہم امر یہ کہ) قانون خدا کے تسلیم کرنے والوں کے ساتھ تم بھی سر تسلیم خم کیا کرو۔ یہاں ضمناً یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ اکثر شارحین کلام الٰہی نے "اَرکَعوا مَعَ الرّاکعین" کے الفاظ سے باجماعت نماز کا حکم مستنبط کیا ہے اور اس لحاظ

Marfat.com

سے رکوع کے معنی اسلامی نماز کے متعارف رکن کے کئے ہیں حالانکہ رکوع کا لفظ رکن نماز کے معنوں میں قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ چنانچہ حضرت مریمؑ کے بارے میں یہ آیت اس امر کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہے۔ یاَ مَریمُ اقنتیْ لِربِّكَ وَاسجدیْ وَالرکعیْ مَعَ الرّاکعِینْ o (۴۳/۳) یعنی "اے مریم! تم اپنے پروردگار کی کامل حکم برداری کرتی رہو۔ اس کے احکام کے لیے سر تسلیم خم کردو (واسجدی) اور قانون خدا کو تسلیم کرنے والوں کے ساتھ تم بھی کامل طور پر مطیع ہو جاؤ۔ حضرت مریم کو یہاں پر نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور نہ اسلامی رکوع یہودیوں" یا عیسائیوں کا جزو نماز کبھی رہا ہے۔ اس آیۃ شریفہ سے ہر نوع ظاہر ہے کہ "قنوت" "سجود" اور رکوع سے مراد احکام خدا کی تعمیل اور بخیف اطاعت کا پیدا کرنا ہی ہے۔ اس کے ماسوا کچھ نہیں۔

وَمَا خَلَقْتَ الجنَّ وَالاَنْسَ اِلاَّ لِیَعْبُدُوْنَ o (۵۱/۵۶)

اور اے لوگو! ہم نے اس کائنات فطرت کے جن و انس کو صرف اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ وہ ماسوا سے قطع نظر کر کے ہمارے ہی نوکر اور ہمارے ہی حکم بردار بنے رہیں۔

یہاں ظاہر ہے کہ "عبادت" کے معنی وہ نہیں ہو سکتے جو لوگوں نے بنا لئے ہیں۔ خدائے زمین و آسمان معاذ اللہ اس بات کا محتاج نہیں کہ لوگ اس کی نمازیں پڑھتے اور خوشامد کرتے رہیں بلکہ مقصود احکام کی تعمیل ہی ہے۔ یہی دنیا کا ہر حاکم اپنی رعیت سے چاہتا ہے اگرچہ زمین و آسمان کا مالک اس صورت احتیاج سے بھی بے نیاز ہے۔ انسان سے تعمیل احکام کی آرزو رکھنا کچھ خواہش اختیار کے باعث نہیں بلکہ انسان کی اپنی بہتری ہی کے لیے ہے۔ اس نقطہ نظر سے آیہ وَمَا خَلَقتُ سے مقصود یہی ہے کہ "ہم نے دنیا کے جن وانس کو پیدا ہی نہیں کیا مگر اس جبلت

پر کہ وہ ہمارے احکام کی تعمیل میں لگے رہیں"۔ یعنی ان کی فطرت میں یہ بات پہلے سے رکھ دی گئی ہے کہ ہمارے احکام (یعنی قانون فطرت) کی تعمیل کے بغیر ان کی اس دنیا میں دال نہیں گل سکتی۔ آگے آنے والے عنوان "توحید" کے تحت عبادت کا مفہوم مزید واضح ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

توحید

توحید کے ضمن میں اکثر بس یہی سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس کو چھوڑ کر کسی پتھر یا لکڑی وغیرہ سے تراش کردہ بت کی پرستش نہ کی جائے۔ لیکن قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد پتھر یا کسی اور شے سے بنائے گئے بت ہی مراد نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ دل کے اندر کسی قسم کا بت موجود نہ ہو۔ طمع و حرص کے بت نہ ہوں' نفس پسندی کا بت نہ ہو' تن آسانی کا بت نہ ہو' جاہ و اقتدار کا بت نہ ہو' حکام سے غرض مندی کا بت نہ ہو' مال و دولت کا بت نہ ہو حتی کہ خدا کے مقابلہ میں باپ اور ماں کی' اقربا اور اعزا کی' پیر و فقیر اور اصفیاء اور اولیاء کی محبت و ارادت کے بت نہ ہوں' الغرض شیطان کا کچھ غلبہ نہ ہو' کوئی شے سوائے خدا کے دل پر حکمران نہ رہے' کسی بت کے دل آسا اور آرام دہ حکم کو خدا کے سعی طلب اور صبر آزما حکموں پر ترجیح نہ دی جائے۔ یہ توحید ہے۔ ہاتھوں اور پیروں کے عمل سے گریز کرنا اور دل کے اند ایک لاکھ بتوں کی انجمن سجائے رکھنا کوئی توحید نہیں۔ بلکہ ریاکاری اور مکاری ہے۔ نفس کو دھوکا دینا ہے۔ سچی توحید کا تو ثبوت اس وقت ملتا ہے جب ہاتھ اور پاؤں سعی و عمل میں مصروف ہوتے ہیں۔ جب تن آسانی کے بت کو توڑ کر تگ و دو کی جاتی ہے' جب وراثت زمین کے نصب العین کو پیش نظر رکھ کر سب اعضا وقف عمل ہو جاتے ہیں، جب نفس کے بت کو زیر غور کر کے نادار کے ساتھ احسان کیا جاتا ہے' جب محبت مال کے بت کی پرواہ نہ کر کے خدا کی راہ میں جہاد بالمال ہوتا ہے' جب حب اولاد کے بت سے بے نیاز ہو کر حکم خدا سے ہجرت ہوتی ہے' جب نفس پسندی کے بت کو توڑ کر جہاد بالسیف ہوتا ہے' جب کبر و نخوت کے دیو کو رام کر کے امیر جماعت کی اطاعت میں سر جھک جاتے ہیں۔ جب فرقہ پسندی کے طاغوت اور خود

Marfat.com

رائی کے دجال کو جہنم میں جھونک کر لوگ متحد ہو جاتے ہیں اور توحید کو عملاً مان کر امت میں وحدت اور یکسوئی ہو جاتی ہے اور جب اجتماعی طور پر قومی زندگی کے ہر پہلو مثلاً معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی اور حربی وغیرہ کو صرف اور صرف آئین خدا کا پابند بنالیا جاتا ہے۔

ایسی توحید کا سچا مظاہرہ تبھی ممکن ہے جب خدائے عظیم کے مقام کا سچا ڈر ہر دم لگا رہے۔ قادر مطلق کا خوف ہی بد اعمالی سے بچا سکتا ہے۔ کوئی زمینی قوت' کوئی تعزیری آئین انسان کو ان اعمال سے روک نہیں سکتا جن کا تعلق باطن سے ہو۔ فرقہ واریت کا کوئی قانونی علاج نہیں' تکبر کی کوئی آئینی دوا نہیں' حسد' بغض' حب دولت' فرقہ واریت' بد دیانتی' بد عہدی' فضول خرچی وغیرہ وغیرہ ایسی مہلک امراض ہیں جن کی اکسیر صرف توحید ہی ہے۔ جماعت کی قوت اور قیام و استحکام اسی میں ہے کہ ہر تنفس میں صحیح معنوں میں اللہ کا خوف ہر دم لگا رہے۔ کوئی ارضی شے' کوئی دنیاوی منتہائے نظر یا فوری اجر کی رغبت اس کے شریک خوف' شریک محبت' شریک عزت' شریک ناموس نہ ہونے پائے۔

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ.

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو خدا کو چھوڑ کر دوسرے شریک پکڑ لیتے ہیں اور پھر ان سے اسی طرح کی محبت کرتے ہیں حالانکہ جو ایمان والے ہیں ان کی خدا سے محبت سب سے زیادہ ہے۔

دل میں اسی غالب' واحد اور مقتدر ہستی کا خیال اور غلبہ اسلام کا اضطراب ہو' احترام احکام خدا ہمہ وقت پیش نظر رہے اور اس کے پاک رسول اللہ ﷺ کی تعلیم پر عمل ہو۔ یہی خالص اور سچی توحید ہے۔

Marfat.com

قیام الصلوٰۃ

صدیوں کے عجمی اثر کے باعث الصلوٰۃ عام طور پر بلا استثنے نماز کے نام سے معروف ہے۔ در حقیقت اس کے پنج وقتہ قیام میں خدا کی خدائی کا مشترک اقرار اور اللہ کی غلامی کا مشترک اعلان ہے۔ صلوٰۃ ایسے نظام کے قیام کا اجتماعی مظہر ہے جس میں قانون کی پوری پوری اطاعت ہو اور اس کے نتیجہ میں نیک اور تعمیری کام کئے جائیں اور منکرات سے مکمل پرہیز ہو۔ یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ مسلمانوں نے نماز کو مقصود بالذات کے طور پر لیا ہے اور وہ بھی انفرادی حیثیت میں حالانکہ اس کے قیام سے مقصود اجتماعی طور پر ضبط نفس کی تعلیم' باہمی محبت والفت 'یک جہتی' پابندی وقت' مساوات وبرابری کا حوصلہ افزا اثر' ایک آقا ومولا کی غلامی کا اقرار، ایک امیر کی عملی اطاعت' ایک عرض اور ایک غرض' ایک سربکف فوج کی پنجوقتہ خدا کے حضور میں پیشی' لباس کی پاکیزگی' جسم کی تطہیر' جماعت کا مکمل اتحاد اور نفاق وعصیان سے پاک معاشرہ کی تشکیل ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَر. (۴۵/۲۹)

بے شک نماز بشرطیکہ اس میں خدا کا سچا احساس ہو' اور اس کو "الصلوٰۃ" کہہ سکیں' نفس کو پاک کر دینے والی وہ شے ہے جو تمام اخلاقی بد اعمالیوں (الفحشاء) اور اجتماعی تفرقہ اور نفاق (المنکر) سے روکتی ہے۔

قرآن حکیم میں "الفحشاء" کا ذکر چند موقعوں پر آیا ہے۔ مثلاً ۲/۱۶۹' ۲/۲۶۸' ۷/۲۸' ۱۲/۲۴' اور ۲۴/۲۱۔ آیات مذکورہ پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ "الفحشاء" سے مراد وہ انسانی عیوب ہیں جو شیطان نفس امارہ کی وساطت سے کراتا ہے اور جن میں بتخصیص (۱) شہوائے نفسانی کے ہیجان کی تدابیر کرنا۔ (۲) محبت مال میں غلو کرنا اور خدا کے لیے بہترین شے نہ دے سکنا۔ (۳) آباو اجداد کی بے ہودہ رسموں کی اندھادھند تقلید کرنا۔ (۴) زناکاری کی طرف مائل

Marfat.com

ہوتا'۔ (۵) افراد ملت کو بدنام کرنے کی غرض سے بے حیائی کی باتیں لوگوں میں پھیلانا شامل ہیں۔ سورۂ "الماعون" (۱۰۷) میں تو ایسے نمازیوں کو کذاب دین (دین کو جھٹلانے والے) کہا گیا ہے جو چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں مائع کی طرح بہتی رہنا چاہئیں بند کر کے رکھتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معاشی انصاف بھی نظام صلوٰۃ کا ایک اہم جز ہے۔

جن لوگوں نے الصلوٰۃ کی ماہیت کا بغور مطالعہ کیا ہے انہیں یقین ہو چکا ہے کہ روزانہ حاضری کی تہ میں خدائے عزوجل کی حکمت عملی یہ تھی کہ امت کے افراد کو دن میں پانچ وقت خارجی اور باطنی ضبط کا بار بار وہ سبق دیا جائے جو اس کو کبھی بھولنے نہ پائے۔ اگر ایک فوج کے سپاہیوں کو ہر روز علی الصبح میدان میں نکال کر قواعد سکھلائی جاتی ہے 'اگر ان کو سالار کی آواز پر حرکت کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے، اگر سب کو ایک حکم پر چونک اٹھنے کا سبق پڑھایا جاتا ہے اور وہ سب کے سب بیک وقت ایک ہی انداز پر حرکت کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں ان کی اطاعت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ وہ اپنے سپہ سالار کے حکموں پر فی الفور عمل کرنے کا سبق سیکھیں اگرچہ لڑائی میں سپہ سالار کے احکام اس روزانہ قواعد کے احکام سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی مقصد بعینہٖ نماز سے تھا اور امام کی پنجوقتہ اطاعت سے امیر جماعت کی اطاعت حسب موقع مراد تھی۔ یہی راز وقت کی پابندی اور مقتدیوں کے خاموش رہنے میں تھا اور اسی نکتے کو پیش نظر رکھ کر اگر ایک شخص امام کے پیچھے سو گز دور بھی کھڑا ہو (مثلاً عیدین کے موقعہ پر) اور اس کی قرأت کا ایک لفظ بھی سن نہ سکے لیکن رکوع و سجود اس کے پیچھے ادا کرتا جائے تو اس کی نماز کا ہو جانا علمائے سلف نے مسلم قرار دیا تھا کیونکہ نماز کا مقصود بالذات اتحاد عمل اور اطاعت تھا' خدا کو اس پنجوقتہ چاپلوسی کی کچھ حاجت نہ تھی۔

مصلی (صیغہ جمع میں مصلین) جس کے معنی نمازی کہا جاتا ہے کی

Marfat.com

اصطلاح کا اطلاق عرب اس موقع پر کرتے ہیں جب گھوڑوں کی دوڑ میں دوسرے نمبر پر آنے والا گھوڑا اگر پہلے نمبر پر آنے والے گھوڑے کے اس قدر قریب ہو کہ اس کی ناک پہلے نمبر والے گھوڑے کی دم سے چھو رہی ہو تو وہ اس گھوڑے کو مصلی کہتے تھے۔ گویا پیچھے پیچھے چلتے جانے میں ذرہ بھر فرق گوارا نہ کرنا مصلی کہلاتا ہے۔ اس نقطہ نگاہ سے نماز قوانین خداوندی کے مکمل اتباع کا اجتماعی طور پر پنجوقتہ سمبولیکل مظاہرہ ہے۔

نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بات اپنے مقتدیوں کی گھٹی میں اس قدر ڈال دی تھی اور نماز کو اطاعت کے نصب العین کے ساتھ اس طرح مدغم کر دیا تھا کہ عین وسط نماز میں تحویل کعبہ کے وقت بھی ان کو کچھ دقت محسوس نہ ہوئی۔ اس تعلیم کی بنا پر عہد نبوت میں لوگوں نے نماز کے وقت ظاہری ضبط کا قائم رکھنا اس قدر ضروری سمجھا تھا کہ ان کے نزدیک مسجدوں کے اندر وضو کرنے یا سنتیں پڑھنے سے بے ترتیبی اور انتشار کا ماحول پیدا کرنا نماز کی حکمت کے منافی تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے سنتیں پڑھ کر آتے اور رسول خدا صرف فرض پڑھاتے۔

زمانہ حال میں نماز کی عمومی کیفیت

اطاعت، اتحاد و یگانگت اور یک جہتی جو صلوٰۃ مخلص کا فطری نتیجہ ہے آج قطعاً مفقود ہے۔ سوچ اور عقیدہ کے ذرا ذرا سے فرق کی بنا پر مسجدیں الگ الگ ہیں اور انتشار و افتراق روز بروز بڑھ رہا ہے۔ لیکن الصلوٰۃ کی ماہیت کے متعلق جو عبرت انگیز تنبیہی حکم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافقین دین کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کرنے اور مساجد کو تفریق سے باز رکھنے کی غرض سے نازل ہوا تھا بجائے خود نماز کے فلسفے کی بہترین تشریح تھا۔ مدینے سے چار میل دور باہر قصبہ قبا میں ہی عمرو بن عوف کے محلے میں ایک مسجد تھی جس کے محل وقوع پر پیغمبر اسلامؐ نے

Marfat.com

مکے سے ہجرت کے چند روز بعد تک نماز پڑھی تھی اور بعد ازاں یہ مقام تعظیماً مسجد میں تبدیل کر دیا تھا۔ محلّہ والوں کی ایک شریر مسلمان نما جماعت نے اسلام میں نفاق ڈالنے کی غرض سے ایک اور مسجد اسی مسجد قبا کے بالمقابل اس عذر پر کھڑی کی کہ بیماروں اور معذوروں کو آسانی ہو مگر نماز اول کی امامت بطور افتتاح خود امیر شریعت علیہ السلام سے کرانی چاہی کہ ضد میں کسر باقی نہ رہے۔ اللہ کے رسولؐ نے وعدہ کیا کہ جنگ تبوک سے واپسی پر اس مسجد میں نماز پڑھ کر شہر میں داخل ہوں گے۔ دلوں کے بھیدوں سے آگاہ اور محافظ اسلام خدا جس نے نماز کی بنیاد میں مومنوں کی تالیف قلوب اور حقیقی اتحاد کی اہم حکمت عملی رکھی تھی، جس نے نماز کو جماعت کے استحکام اور اخوت کا بہترین پیش خیمہ قرار دیا تھا، اس غیر مجاز وعدے پر برہم ہو گیا اور ارشاد ہوا کہ جس مسجد کی بنیاد امت کی پراگندگی اور تفریق جماعت ہو، جو مسجد کے حقیقی منتہا اور عبودیت کے صحیح مطمح نظر کے مخالف ہو اور اسلامی جماعت کو نفاق و انتشار کے جہنمی گڑھے کی طرف لے جاوے اس میں تیرا ایک لحہ کے لیے کھڑا ہونا مہلک ہے۔ سورہ توبہ کی آیات ۱۰۷ تا ۱۱۰ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

> "اے محمد! ہماری امت کے جن منافق مسلمانوں نے آج اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑی کی ہے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں، خدا اور رسولؐ کے منکر بنیں، مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں اور ان دشمنانان اسلام کو پناہ دیں جو اس سے پہلے خدا اور رسولؐ سے لڑ چکے ہیں اور اگر ان سے پوچھا جائے تو قسمیں کھانے لگیں کہ ہم نے تو نیکی کے سوا اور کوئی ارادہ ہی نہیں کیا تھا تو آج اس بات کا خدا گواہ ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تم ہر گز اس مسجد میں نماز نہ پڑھانا بلکہ

Marfat.com

کھڑے بھی نہ ہونا۔ وہی مسجد جس کی بنیاد روز اول سے
ہی ائتلاف امت اور خوف خدا (تقویٰ) کو پیش نظر
رکھ کر ڈالی گئی تھی اس کی اہل ہے کہ تم اس میں
امامت کیا کرو۔ اسی مسجد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو
طہارت نفس کو پسند کرتے ہیں اور اللہ حقیقت میں دل
صاف رکھنے والوں کو پیار کرتا ہے۔ بھلا جس شخص نے
اپنے تمام اعمال کی بنیاد خوف احکم الحاکمین اور
خوشنودی خدا پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ کم بخت جس نے
اپنی عمارت کی بنیاد تفریق و انتشار کے ایک کھوکھلے
گڑھے کے کنارے پر رکھ دی اور جو بعد میں اس کو
جہنم کی آگ میں لے گری۔ اور اللہ تو تفریق پیدا
کرنے والی قوم کو کسی مستقل طریق عمل کی طرف ہر
گز راہنمائی نہیں کرتا۔ یہ مسجد جو ان لوگوں نے تفرقہ
آرائی کی غرض سے تیار کی تھی اب مومنوں کی بجائے
خود انہی کے دلوں میں چور پیدا کر دے گی یہاں تک
کہ ان سب کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے
اور ایک ایک کا دشمن بن جائے گا اور اللہ تو بڑا واقف
حال اور صاحب حکمت ہے۔"

جب تبوک سے واپس پھرے تو سرورِ کائناتؐ نے مالکؓ اور معن بن عدیؓ کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد کو آگ لگا دیں۔

ہر چند کہ مذکورہ قرآنی واقعہ منافقین کے بارے میں ہے اور زمانہ حال میں مختلف مسالک کے حوالے سے مساجد کی شناخت شاید اسی سلوک کی مستحق

Marfat.com

گردانی نہ جائے تاہم چونکہ اسلام پہلی صدی ہجری میں ٹکڑوں میں بٹا ہوا نہیں تھا جیسا کہ اب ہے اور وہی پہلی صدی والا اسلام ہی اسلام خالص تھا' مختلف فرقوں یا مسالک کی بنیاد پر مساجد کی شناخت کرنا قطعاً اسلامی نہیں اور یہ عمل فرقہ واریت کے بد نما اور مہلک داغ سے قطعاً مبرا نہیں سمجھا جا سکتا۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (۱۵۳/۶)

اور مسلمانو! مختلف راستوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا یہ تفریق و انتشار تم کو خدا کے امن دہ راستے سے ہٹا کر کمزور کر دے گا۔ یہ نصیحت تم کو خاص کر اس لیے کی گئی ہے کہ تم اجتماعی ہلاکت سے بچے رہو۔

مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ میں آکر دین اسلام نے قرآن حکیم کے احکام کے جمال سے کچھ مدت کے لیے صرف نظر کر کے ان میں جلال کی صورت پیدا کرنی شروع کر دی۔ الصلوٰۃ کو اجتماعی صورت میں بدل کر اور اس کی صفوں کو تیر کی طرح سیدھی کر کے بے بس اور بے کس نمازیوں میں اپنے قوی اور چست بلکہ غالب ہونے کا ہراس انگیز احساس پیدا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک بے خوف و خطر اعلان کر دیا کہ نہ صرف یہ کہ امام جماعت مسلمانوں کا حاکم اعلےٰ ہے اور اولو الامر کے زبانی احکام کی غیر مشروط اور فوری اطاعت لازمہ ایمان ہے بلکہ اگر کسی نمازی نے صف میں کھڑے ہو کر امام کی حرکت سے ایک لحہ پہلے یا پیچھے حرکت کی تو قیامت کے دن اس کا سر گدھے کا ہو گا! اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الصلوٰۃ کے قیام نے مسلمانوں کی ہر رگ و پے میں ایک عالم انگیز چستی اور عسکریت پیدا کر دی۔

ادھر قرآن حکیم کی بالغ اور دور رس حکمت نے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ

Marfat.com

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَوْقُوتَاo. (۴/۱۰۳) کے الفاظ' یعنی بے شک الصلوٰۃ ایمان داروں کے لیے ایک فرض ہے اور بقیدِ وقت عاید ہے' کہہ کر نماز کے بارے میں پابندی وقت لازم کر دی تا کہ ارد گرد کے تمام مسلمان اس کو بہ یک وقت ادا کریں اور دین اسلام کا مزید بول بالا ہو۔ اس اتحاد عمل نے کفار مکہ کے دلوں میں نیا ہراس پیدا کر دیا کیونکہ ان کے دل تَحسَبُهُم جَمِيعاً وَ قُلُوبُهُمْ شَتّٰى کے قرآنی قول کے مطابق آپس میں پھٹے ہوئے تھے اور وہ کسی مشترک نظام میں منسلک نہ ہو سکتے تھے۔ کتاباً کا لفظ کہہ کر الصلوٰۃ کا عمل اس قدر لازم اور فرض عین کر دیا کہ مسلمانوں کو اس سے ہٹنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

جوں جوں یہ نظام مسلمانوں میں پختہ اور جزو زندگی بنتا گیا وہ بے پناہ طور پر طاقتور ہوتے گئے اور ان کا تعداد میں کم ہونا ایک ثانوی شے بنتا گیا۔ آخر یہ ہوا کہ قیصر روم کے ساتھ ایک جنگ میں جو ۸ ہجری کے جمادی الاول میں مقام موتہ پر ہوئی صرف تین ہزار فوج نے قیصر روم کی ایک لاکھ فوج کا کامیاب مقابلہ کیا اور مال غنیمت اس قدر حاصل ہوا کہ لدے ہوئے اونٹ کئی میل کی قطاروں میں مدینہ کے بازاروں میں ہفتوں تک مسلمانوں کے شکوہ و جلال کا نظارہ دکھلاتے رہے۔

نماز میں حمد و دعا

ہر نمازی پانچ وقت خدائے جل شانہ کی جناب میں پہلے اس کی حمد اور نعمتوں کا ذکر کرتا ہے، مدد کا طلبگار ہوتا ہے' صراط مستقیم کا راہی بننے کی آرزو کرتا ہے اور سلام پھیرنے سے پہلے اتحیّاتُ اور صَلِّ عَلٰی مُحمّدٍ اور اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحمّدٍ کے کلمات پڑھتا ہے لیکن آج شاید ایک فی صد متنفس بھی ان کلمات کے مقاصد تک نہیں پہنچ پاتا اور علی الحساب بڑبڑا کر سلام پھیر دیتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نماز میں حضوری دل نہ ہونے کا بڑا باعث اس کے صحیح مطالب کو نہ سمجھنا ہے۔ جب ایک شخص نہیں سمجھتا کہ وہ مخاطب کو کیا کہہ رہا ہے اور کیسی غرض و

Marfat.com

مطلب کے لیے کہہ رہا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ وہ اس کو طوطے کی طرح پڑھ کر چھدا سا اتار دے اور بس۔

التحیات کیا ہے؟

التحیات خدا کے حضور میں ہر مسلمان عالم اور فاضل کا وہ خراج تحسین و آفرین ہے جو وہ نبی کریمؐ کے حیرت انگیز اور جلیل القدر کارناموں کو ذہن میں لا کر دن میں پانچ وقت ادا کرتا ہے۔ اس رسول اعظم علیہ السلام جس نے تیئس برس کی قلیل مدت میں ایک جاہل اور اجڈ قوم کا باوا آدم بدل کر ان کو روئے زمین کے اکثر حصے کا بادشاہ بنا دیا تھا پر رحمت اور برکت بھیجنے کی سفارش کرتا ہے، اس کو اعظم الناس سمجھتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِىُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

پھر اپنے آپ کو اس جلیل القدر راہنما کا ایک پیرو، اور امت وسطیٰ کا ایک کارکن شمار کر کے اس شہدا علی الناس امت اور اس کے صالح العمل ارکان پر سلام بھیجتا ہے (اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ) اور اس کے بعد خود اپنے دن بھر کے کارناموں اور اعمال کو نہایت عاجزی سے خدائے زمین و آسمان کے حضور میں پیش کر کے اپنے آپ کے شاہد خدا ہونے اور اس رسولؐ کے امتی ہونے کا اقرار کرتا ہے (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ) اس کے بعد اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اور بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّد ہے۔ پھر خدا کے ساتھ کئی لمحوں کی حضوری دل اور خلق خدا سے قطع تعلق رکھنے کے بعد باشندگان زمین کو اَسلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحمةُ اللّٰه کا نعرہ دائیں بائیں ہے اور نہایت ادب سے اس کے حضور سے اٹھ جاتا ہے۔ یہ نماز ہے۔ اگر اسی کیفیات دل سے ادا ہو تو کچھ معنی رکھتی ہے، نتیجہ خیز ہے ورنہ ایک بے اثر اور بے ثواب رسم ہے۔

Marfat.com

اَلسَّابِقُون الاولون کی الصلوٰۃ

آہ! وہ کیا وقت تھا جب غضب خدا کا ڈر اور انعام کی امید پر سب کی سب جماعت یکدم گھٹنوں پر اور ہاتھوں کے بل گر پڑتی، پھر اٹھتی اور بار بار گرتی! اس نماز میں روح تھی، اس میں مقصد تھا، اس میں ایمان کے شعلے تھے، اس میں آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اس میں سچا خشوع و خضوع تھا، اس میں اطاعت کا احساس اور نظم و نسق کا سچا سبق تھا، اس میں توحید کا عمل اور نتیجہ خیز منظر تھا، اس میں خدا کی سچی خوشامد، اور جماعت کی عجزوزاری کے بعد دل کو اطمینان اور تسکین حاصل ہوتی تھی۔

اَلاَ بذکَر اللّٰہِ لَتَطْمِئنّ القلوب

لوگو! بگوش دل سن رکھو کہ دلوں کو کامل تسلی خدا کے سچے احساس سے ہوا کرتی ہے، یہی وہ مفرح قلب دوا تھی جو مشکلات کے آسان کرنے میں مدد دیتی تھی۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِینُوا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَo (۱۵۳/۲)

اے ایمان والو! مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے لیے استقلال اور خدا کی سچی یاد یعنی قوانین خداوندی کی مکمل اطاعت کے ذریعے سے مدد لیا کرو۔ بے شک خدا انہی کا ساتھ دیتا ہے جو مستقل رہتے ہیں گویا اول مرحلہ کوشش اور عمل میں استقلال (الصبر) ہے اور آخر مرحلہ دعا (الصلوٰۃ) ہے۔

Marfat.com

اب کیا ہے؟

آج یہی نماز جس کے ہر قومے اور قعدے پر خدائے بے نیاز کی رگ لطف و کرم پھڑک اٹھتی تھی، جس کے ہر نغمہ اذاں اور ہر مضراب دعا پر لطف الٰہی کے لاانتہا ساز یکدم بجنے شروع ہو جاتے تھے، آہ! یہی نماز آج امت کی بے حسی' ایمان کی کمزوری' مطالب کے نسیان' اور مقاصد کی بے خبری کے باعث ایک بے معنی اٹھک بیٹھک بن گئی ہے۔ نماز کی جماعتی حیثیت حتماً اور معناً نابود ہو چکی ہے' وہ مسجدیں جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے سیاسی اجتماع اور دینی معاملات کی پنجوقتہ انجمنیں ہوا کرتی تھیں' جن میں اسلامی بہبودی کے ہر ممکن موضوع پر بے تکلف مباحثے' اور دشمن سے عہدہ برآ ہونے کے بے خوف و خطر منصوبے سوچے جاتے تھے آج باہمی رنج و حسد اور فروعی اختلافات کے باعث خموشیوں کے مقبرے بن گئے ہیں' ہر مسجد دوسری مسجد کے بالمقابل صف آرا اور ہر دل دوسرے دل سے جدا ہے۔ مقتدی تو ایک طرف رہے امام روح نماز سے خالی ہیں (الاّ ماشاءَ اللّٰہ) ان کے اقرا میں بے جا ترنم ہے۔ جس حکم یا تنبیہ کو سن کر پہاڑ تھرا اٹھیں' عجب ترنم اور سر بدل بدل کر گا دیتے ہیں۔ آہ! کچھ خوف خدا نہیں۔ کسی انعام کی سچی آس نہیں۔ آس ہے تو یہ کہ مقتدی خوش' مسند و محراب پر قبضہ محفوظ اور امامت و خطابت کی اجرت قائم رہے!۔

زکوٰۃ ر انفاق فی سبیل اللہ

زکوٰۃ اور خیرات فی سبیل اللہ کا مقصود بالذات اسلامی جماعت کی مالی اور اقتصادی حالت کو درست رکھنا، امت کو داخلی اور خارجی حادثات کے اثرات سے محفوظ رکھنا ہے۔ قوت اور دفاع کے ماڈرن سامان تیار رکھ کر اور وسائل جہاد سے ہر وقت لیس رہ کر امت کا ضعف دور کرنا ہے۔ تعلیم' صحت اور تمدن و عمران کے ہر لازمے کی کامل حفاظت کرنی پیش نظر رکھنی ہے۔ ہر فرد و بشر کی مال سے محبت تڑوا کر دنیا کو مضبوط کرنے کے ڈھنگ سکھلانے ہیں۔ انفاق مال کی عظیم الشان

Marfat.com

حکمت سورہ بقرہ کے آخری رکوع میں حیرت انگیز وضاحت کے ساتھ یوں بیان ہوئی ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ○ (۲/۲۶۱)

جو لوگ اپنے مال کو اللہ کے دین کی مدد اور کلمہ حق کی بلندی کیلئے خرچ کرتے ہیں ان کے ایثار کی مثال اس دانے کی ہے جو ایک نہایت مناسب زمین میں ڈالا گیا۔ پھر اُس سے ایک درخت اگا جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں، ہر بال میں سے سو سو دانے نکلے۔ خدا جس شخص کو اہل دیکھتا ہے اس کے سعی و عمل کے نتائج کئی گنا کر دیتا ہے اور خدا تو بڑا وسعت دینے والا اور نیتوں کو بڑا پرکھنے والا ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ خرچ کرنے والے کو نقصان یا احسان کا احساس نہ ہو بلکہ خرچ کرنے کے بعد دل کو سرور حاصل ہو۔ جس قربانی مال سے دکھ کا احساس باقی رہے اس سے دین اسلام کو کچھ تقویت پہنچ نہیں سکتی۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ عامل اس تکلیف دہ عمل کو چھوڑ کر قول معروف اور مصلحت انگیز تجاویز سے کوئی خدمت کرے۔ (دیکھو ۲/ ۲۶۳) جو صدقہ (بمعنی اپنے ایمان کی تصدیق کرنے کے لیے مال پیش کرنا) خدا کی راہ میں تکلیف اور نقصان محسوس کر کے دیا جائے وہ باطل ہے، ریاکاری اور لوگوں کو دھوکے میں ڈالنا ہے (ایسے شخص کی مثال بعینہ اس پتھر کی ہے جس پر تھوڑی سی نرم مٹی ہو، موسلا دھار مینہ اسے بہا کر لے جائے اور پھر پتھر کا پتھر رہ جائے۔ (دیکھو ۲/ ۲۶۴)۔

Marfat.com

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جماعت کو بہتر بنانے کی طاقت تبھی رکھ سکتا ہے جب دل کی زمین نیچے تک نرم چلی گئی ہو اور اس دل سے نیک عمل کی آبیاری معاً شروع ہو جائے اور پھر بالآخر وہ عامل اپنے سعی و عمل سے امت کی سنگلاخ زمین پر ایک سرسبز اور ثمر آور باغ پیدا کر دے۔

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (۲/۲۶۵)

لیکن جو لوگ رضاءِ خدا کی تلاش میں اور اپنی دلی نیتوں کی تصدیق سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کے دلوں کی مثال اس باغ کی ہے جو ایک بلند مقام پر واقع ہے۔ پھر اس پر ہدایت خدا کا موسلا دھار مینہ پڑا تو خوب پھلا پھولا اور زور کا مینہ نہ بھی پڑے تو ہلکی سی پھوار بھی کافی ہے اور اے لوگو! جو کچھ بھی تم کر رہے ہو خدا اسے نہایت انہماک سے دیکھ رہا ہے۔

گویا خوشدلی اور نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی عمل حسن ہے۔ ایسے ہی عمل کی اجرت ہے۔ بے سوچے سمجھے اور اٹا سٹا مال خرچ کرنے میں یا ایسی خیرات میں جس کے ادا کرنے کے بعد دل کو رنج لاحق ہو' ازروئے اسلام کوئی نیکی نہیں ہوئی نہ اس کی کچھ اجرت ملے گی۔

اسلامی حکومت میں زکوٰۃ اور صدقات و خیرات مرکزی بیت المال میں جمع کئے جاتے ہیں۔ اس نظام میں ٹیکس ویکس نہیں ہوتا۔ لیکن زکوٰۃ کی اہم شق کے متعلق آج کل کے مسلمانوں کا تخیل بگڑا ہوا ہے، ان کی راؤں میں ہولناک فساد ہے

Marfat.com

جس کے نتیجہ میں ان کی کمائیاں، راہنمایان دین کی خود پسندیوں اور خود غرضانہ تشریحوں، فقدان علم اور خود ساختہ مسئلوں کی پیچیدگیوں کے باعث بڑی بے رحمی سے رسم ورواج کی بے معنی راہوں میں بہ کر ضائع ہو رہی ہیں۔ فی سبیل اللہ کی قرآنی اصطلاح عام طور پر بازاروں اور گلیوں میں صدائیں لگانے والے ننگ اسلام گداگر تک محدود ہو کر رہ چکی ہے۔ حالانکہ یہ وہ راہ تھی جس پر توحید کے بطل اور دین خدا کے بہادر اپنی جانیں لڑا لڑا کر اور گھر لٹو لٹوا کر ناموس اسلام کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو توحید کا آوازہ بلند کرنے کے جرم میں وطنوں سے نکالے جاتے تھے لیکن خدا کے دشمنوں کو رب العرش کا دین جانیں دے دے کر قائم کر کے چھوڑتے تھے۔

فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوا مِنْ دِیَارِھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ ثَوَاباً مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَاب. (۱۹۵/۳)

"تو جن لوگوں نے ہمارا آوازہ بلند کرنے میں اپنے دیس چھوڑے جو ہماری خاطر اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ہماری راہ میں ستائے گئے پھر تنگ آکر لڑے اور مارے گئے، ہم اس صالح العمل قوم کی سب دنیاوی بدحالیوں اور معاشری واماندگیوں کو ضرور ان سے دور کریں گے۔ (لاکفرن عنھم سیاٰتھم) اور ان کو ضرور بالضرور ایسے خوش گوار باغوں کی حکومت عطا فرمائیں گے جن کے نیچے دریا پڑے بہ رہے ہوں گے۔ یہ بدلہ ان کو اللہ کے ہاں سے اس دنیا میں ملے گا اور جو مقتول ہوئے ان کا ثواب خدا کے پاس رکھا ہے۔"

Marfat.com

ان ایمانداروں کا منتہائے عمل اپنے آپ کو آمادۂ قتال کر کے اسلامی جماعت کو کفار کے دست قدرت اور خوف سے نجات دلانا تھا۔

فَقَاتِلْ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِین عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّکُفَّ بأسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا وَ اللّٰهُ اَشَدُّ تَنْکِیلاo (۸۴/۴)

تو اے پیغمبر! تم اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑتے جاؤ (دوسرے لوگ آمادہ ہوں یا نہ ہوں)۔ تم پر اپنی ذات کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں۔ ہاں ایمان والوں کو قتال کے لیے ابھارتے رہا کرو۔ عجب نہیں کہ خدا اس ترکیب سے کافروں کے زور کو روک دے اور اللہ کا زور تو سب سے زیادہ قوی اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔

اسلام نے کلمۃ الحق کی بلندی و سرفرازی‘ حفاظت دین‘ حفظ نفس اور غلبہ اسلام کی چار قریب المعانی توجیہات کی بنا پر جنگ‘ ہجرت اور اس کے متعلقہ مصائب و آلام کو لازمہ ایمان قرار دے کر سبیل اللہ کے مفہوم کو اس قدر واضح کر دیا تھا کہ بعد ازیں کسی غلط فہمی کی گنجائش ممکن نہ تھی۔ قرآن حکیم میں "فی سبیل اللہ" کے الفاظ کم و بیش چالیس مرتبہ آئے ہیں اور ماسوا تین مقامات کے جن میں سے ایک درج ذیل ہے‘ باقی تمام کے تمام مذکورہ بالا چار توجیہات کے حوالہ سے ہیں۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ٦٠ ملاحظہ ہو۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَلْعَامِلِینَ عَلَیهَا وَلمؤلّفِهِ قُلُوبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَ فِی سَبِیْلَ اللّٰه وَابْنَ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیمٌ حَکِیْمٌo (۶۰/۹)

Marfat.com

صدقات کا مال (جو مسلمانوں سے اکٹھا کر کے بیت المال میں داخل کیا جاتا ہے ان فقرا اور مساکین کا حق ہے (جن کو حکومت وقت نے تسلیم کر لیا ہو) اور ان کارکنوں کا جو مرکزی حکومت کی طرف سے خیرات وصول کرنے پر متعین ہوں) اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب (اجتماعی بہبودی کو) پیش نظر رکھ کر حکومت وقت کرنا چاہے) اور جو مستحق لوگ انسان کی غلامی میں پھنسے ہوں۔ اور جو مقروض ہوں' اور نیز ''راہ خدا'' میں اور مسافروں کی آؤ بھگت اور زادِ راہ میں' (جو رقم حکومت صرف کرنا پسند کرے)۔ (اے لوگو!) صدقات کے مال کو (خوش اسلوبی اور اہتمام سے یوں مختلف مدوں میں) صرف کرنا خدا کی طرف سے تم پر فرض ہے اور جانے رہو کہ اللہ تمہاری اجتماعی ضروریات کو بڑا جاننے والا اور بڑا صاحب تدبیر ہے جو حکمت کے اصول تم پر واضح کرتا ہے۔

گو اس آیہ مبارکہ (۹/۶۰) میں فقرا کا لفظ آیا ہے لیکن یہاں پر بھی فقرا سے مراد وہ بہادران دین تھے جو راہ خدا میں اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے دکھاتے معذور ہو چکے تھے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ ضَرْباً فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافاً وَ مَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○

(۲/۲۷۳)

Marfat.com

(صدقات اور عطیات تو) ان مفلسوں اور حاجتمندوں (الفقراء) کا حق ہے جو اللہ کی راہ میں (لڑنے کے بعد معذور ہو کر) گھرے بیٹھے ہیں اور (روٹی کمانے کے لیے) زمین پر چل پھر بھی نہیں سکتے۔ ناواقف ان کو ان کی خود داری کی وجہ سے غنی سمجھتا ہے۔ تو ان کو ان کے ماتھوں سے صاف پہچان لے گا کہ مجاہد ہیں' وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور جو کچھ مال تم خرچ کرو گے تو اللہ اس سے پورے طور پر واقف ہے۔

قرآن حکیم کے بغور مطالعہ کے بعد یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کا افضل ترین مصرف جہاد و قتال کی مد ہے اور آج کی مسخ شدہ لغت کے "فقرا" یا مساکین کو اس میں مطلق دخل نہیں۔ لیکن اکثر مفسرین کلام الہی اور مبلغین دین نے فی سبیل اللہ کے مصارف کی غلط توضیح کی ہے جس کی وجہ سے بے شمار الجھنیں پیدا ہوئی ہیں اور زکوۃ کا اصل مفہوم و مقصود نظروں سے او جھل ہے۔ اصل ضرورت حکومتی نظام کو خالصتاً اور کافۃً نظام اسلام میں بدلنے کی ہے جس میں ٹیکسوں کی بجائے زکوۃ و عشر اور صدقات و خیرات بیت المال میں جمع ہوتے ہیں اور اخراجات اسلامی اصولوں اور تقاضوں کے مطابق کرنا ہوتے ہیں۔ اسلامی نظام میں زکوۃ دینے والے کو بھی یقین ہوتا ہے کہ نہ صرف حکومت کی طرف سے اس کی بنیادی ضروریات عدل و مساوات کے اصولوں پر پوری کی جائیں گی بلکہ اللہ کے ہاں سے بھی اس کو اجرت کئی گنا ملے گی۔

مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قرضاً حَسَناً فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافاً کَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُطُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (۲۴۵/۲)

Marfat.com

"کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے (لفظاً جو اپنے مال کا بہترین ٹکڑا کاٹ کر اللہ کو دے تا کہ وہ اس کو کئی گنا زیادہ کر کے دے اور وہ خدا ہی ہے جو تنگی اور فراخی دیتا ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے۔"

مزید برآں یہ بھی تاکیداً ہدایت کی گئی ہے کہ اس دنیاوی بہبود کو پیش نظر رکھ کر اللہ کی راہ میں بہترین اور عزیز ترین اشیاء دی جائیں اور یہ واضح کر دیا گیا کہ خدا ان قربانیوں کو اپنے لیے نہیں بلکہ دینے والوں کی ہی بہتری کے لیے مانگتا ہے، وہ غنی اور بے نیاز ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا اَنْفِقُوا مِنَ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّا اٰخرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُم بِاٰخِذِيهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيهِ وَ اَعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌo (۲/۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی امت کی تقویت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بہترین چیزیں خرچ کیا کرو' خواہ وہ چیزیں تم نے خود کمائی ہوں یا ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہوں اور ناکارہ چیز دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ اگر وہی چیز اگر کوئی تم کو دینی چاہے تو تم اس کو کبھی خوش دلی سے نہ لو مگر یہ کہ اپنی بات رکھنے کے لیے جان بوجھ کر اس شے کے بیکار ہونے سے چشم پوشی کرو۔ اور جانے رہو کہ خدا ان چیزوں کو اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ سب تمہاری اپنی جماعت ہی کی تقویت کے سامان ہیں اور وہ تو بڑا ہی بے نیاز ہے اور بڑا سزاوار حمد و ثناء ہے۔

Marfat.com

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لیے وقت اور مقدار کی بھی کوئی بندش نہیں، وہ بھی "عبادت" کی طرح ایک پیہم عمل ہے۔ تطہیر قلب اور تزکیہ نفس کا بڑا ذریعہ ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِم. (۹۔۱۰۳)

حب مال کے بت کو توڑتے رہنے کا عمدہ آوزار ہے۔ جو اس عمل سے گریز کر رہا ہے وہ دراصل اپنے دل کے اندر شرک کا ناقابل معافی شائبہ پیدا کر رہا ہے۔ اپنے آپ سے بخل کر کے اپنی جماعت کو کمزور کر رہا ہے۔ اب مسلمان گو پتھر یا لکڑی سے تراشے ہوئے بت کے پجاری نہیں مال کے بت کے پجاری ضرور بن چکے ہیں۔ قرآن عظیم بڑے سخت لفظوں میں تنبیہ کرتا ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے سلسلہ میں جو قوم بخل سے کام لے گی اس کی ہلاکت اٹل ہے۔

هَا اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ تُدعونَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنكُمْ مَنْ يَبخَلُ وَ مَنْ يَبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عن نفسِهِ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ وَ اَنْتُم الفُقَرَاءُ وَ اِنْ تَتَوَلَّوا يَسْتَبْدِلْ قَومًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوْا امثالَكُمْ ٥ (۴۷۔۳۸)

زکوٰۃ پیہم جہاد مال ہے، قوم کی تقویت اور بہتری کے لیے جہاد مال ہے، کسی وقت اڑھائی فیصد کبھی آدھا اور کبھی سارا مناسب حال جہاد بالمال ہے۔ يَسْئَلُوْنَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ العَفْو (۲/ ۲۱۹)۔ (یعنی ضرورت سے زائد سارے کا سارا) بلکہ کامل جہاد مال ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤمِنِينَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّة. (۹/ ۱۱۱)۔ اللہ نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لیے بعوض اس کے کہ ان کے لیے جنت ہے)۔ ابوبکرؓ صدیق کا پورا مال جہاد مال ہے، عمرؓ کا آدھا جہاد مال ہے (غزوۂ عسرہ کے ایام میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا سارا سامان رسول اللہ کے قدموں پر لا کر ڈال دیا تھا، حضرت عمرؓ نے آدھا پیش کر دیا تھا۔) لہٰذا

Marfat.com

نرا فقہی اور شرعی چالیسواں حصے والا مال جہاد نہیں اور نہ صرف ماہ رجب میں خرچ کیا ہوا مال جہاد مال ہے۔

زیر بحث عنوان کے آغاز میں جن بنیادی مقاصد کا ذکر ہے ان کے حصول کی خاطر جمع شدہ آمدنی اور خرچ کو زمانہ حال کے بجٹ کی اصطلاح سے منطبق کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی حکومت کے مسلسل قیام و فروغ' اصلاح و بہبود، ترقی اور جہاد کے لیے اجتماعی طور پر اور بعض اوقات انفرادی حیثیت میں خوشدلی اور بغیر احسان جتلائے زیادہ سے زیادہ مال پیش کرنا انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ جو قوم ایثار و قربانی کا اس قسم کا رویہ اختیار کر لے وہ دنیاوی بد حالیوں سے نجات' اور خوف و خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے اور اس کے لیے حیات بعد الموت میں دس گنا اجر اللہ کا وعدہ ہے۔ لیکن مسلمانوں کا رویہ عمومی طور پر بے حد افسوسناک ہے۔ حکومت کو ٹیکس دینے میں بد دیانتی اور رشوت کا شیطانی عمل اس قدر زور شور سے جاری و ساری ہے کہ الامان! حاجی' نمازی' حاکم و محکوم قریب قریب ننانوے فی صد اس لعنت کا شکار ہیں۔

دینی راہنماؤں کی غلط تعبیر و تشہیر کے باعث قرآن حکیم کے مطالب بھی دلوں سے اس قدر محو ہو چکے ہیں' وہم و جہالت کا طوفان ذہنوں پر اس قدر حاوی ہو چکا ہے کہ کتاب الٰہی کے مفید ترین نکات کا ہر شوشہ بطور ایک نظریے کے' ہر حقیقت ایک ذہنی وہم کے اور ہر نقد ادھار کے ہو کر رہ گیا ہے۔ ہر عمل کی جزاو سزا روز جزا پر کچھ اس طرح ملتوی ہو گئی ہے کہ مسلمان کے لیے اب اس دنیا میں کوئی شے کرنے، لینے اور بھرنے کی نہیں رہی۔ "بیج" اگرچہ اللہ کی اس زمین میں بویا گیا تھا مگر "سات بالوں والا پودا" اللہ کے پاس جنت میں اگ رہا ہے! عام مشاہدے کی بات ہے کہ نتائج اعمال اکثر اسی دنیا میں سامنے آجاتے ہیں تاہم اگر کسی خدائی حکمت کے تحت جزا یا سزا ملتوی ہو جائے تو روز قیامت اس کا بھگتنا اٹل ہے۔

Marfat.com

حج

حج کا اسلامی شعائر بھی وحدت امت اور اتحاد کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ امت مسلمہ کے مرکزی اجتماع کا ایک بے مثال پیکر ہے۔ مشترک آقا کے مشترک خوف کو امت کی ہر رگ وپے میں جاری کر کے سب کو ایک اور برابر قرار کر دینے کا موثر اوزار ہے۔ خدا کی نظروں میں روئے زمین کی ہر امت کا کوئی نہ کوئی مرکز ہے۔ وَ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۱۴۸/۲)، ہر قوم کا خدا سے تعلق اور عبادت کا طریقہ اظہار اسی نے مقرر کیا ہے (وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا۔ (۳۴.۲۲)' حج سے دراصل کچھ مقصود ہے تو یہی امت کا ناقابل شکست اتحاد ہے 'سب کا ایک خدا کے غلام ہونے کا اقرار ہے' اس کے دیئے ہوئے نظام کے مرکز کی پروانہ وار حفاظت کرنے کا عہد ہے' اس مرکز کو جاہ وجلال کا نمونہ بنا کر خود جمال وجلال کا پیکر بنا ہے۔ اگر مسلمانان عالم نے اس خدا کے مقرر کیے ہوئے مرکز کو آسمان شکن زور پر یہ کچھ نہ بنایا تو انہوں نے فی الحقیقت حج کے الٰہی مقصود کو نظر انداز کر دیا۔ وہ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات کی الٰہی برہان اور آسمانی منطق تک کچھ نہیں پہنچے' وہ رب کریم کے بہترین اجتماعی انعامات (الخیرات) کی طرف ہرگز نہ لپکے' مساوات، اخوت، اتحاد اور صالحیت کا منظر قطعاً پیش نہ کیا، حفظ امن کی لشکر انگیز تڑپ کچھ پیدا نہیں کی' یہی وجہ ہے کہ آج بلد امین کی حفاظت غیر کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ ایک عزت مآب خاتون کی عفت دوسروں کے سپرد کر دی گئی ہے۔ حقیقی نصب العین سے پرے ہٹ کر حج کے فریضے کو علی الحساب ادا کرنا یا حجر اسود کو چومنے کی خاطر چومنا ایک عبث اور بے نتیجہ فعل ہے۔ یہی کچھ ہے جو آج کل ہو رہا ہے۔

Marfat.com

صوم

بھی ایک جہاد نفس ہے۔ صرف نفس امارہ کو تیس دن آزمائش میں ڈال کر کمزور کرنا ہے۔ خواہشات نفسانی کے زور کو کم کر کے زور آور بنتا ہے، محض صبر واستقلال کا مظاہرہ ہے۔ خدا کے مشترک خوف کو دل میں جاگزین کر کے متحد اور متقی بنے رہنا ہے۔ لذیذ کھانوں کے بت کو توڑنا ہے۔ اس دنیائے سعی و عمل اور کائنات شرط و جزا کے اندر ایک قوم کی قوتوں کو برقرار رکھنے اس کو موحد بنا کر زور آور اور غالب بنانے کا عمدہ ذریعہ اور بہترین اوزار ہے۔ اپنے سے کمزور اور غریب تر کا احساس زندہ رکھنا ہے۔ جہاد و قتال کے دوران بھوک اور پیاس کا احساس ختم کرنا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہ کہہ کر کہ اے ایمان والو! روزے تم پر فرض کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم خدا سے ڈرنے والے (یعنی متقین) بن جاؤ' روزوں کو خدا کے بندے ہونے کا اعتقادی عمل نہیں بلکہ اجتماعی طاقت حاصل کرنے کا سیاسی ہتھیار بنانا ہے۔ یہ اس بنا پر کہ ہر غالب فوج میں بھوک برداشت کرنے کی اہلیت کا بدرجہ اتم ہونا لازمی ہے ورنہ وہ فوج صرف اس وجہ سے شکست کھا سکتی ہے کہ اس کے سپاہیوں کو وقت پر رسد نہ مل سکی تھی۔ چنانچہ اسی نکتہ کو موکد کرنے کے لیے غزوۂ بدر ماہ رمضان میں ہوا۔ جب کہ سب سپاہی روزے سے تھے اور باوجود روزہ دار ہونے کے مسلمانوں نے کفار مکہ پر عظیم الشان فتح حاصل کی۔ اسی غلبہ اسلام کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر قرآن حکیم نے پھر سورۂ بقرہ میں کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَال...

جہاد و قتال

یعنی اے مسلمانو! تم پر قتال (یعنی جہاد بالسیف) فرض کر دیا گیا، کا حکم دیا تاکہ مدینہ کے مسلمان کو خواہ وہ مہاجر ہو یا انصار اپنا مقام واضح ہو جائے اور وہ کسی بنا پر ان سخت تدین حکموں سے سبکدوش نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۂ توبہ (۹) میں جو مدنی سورتوں کی آخری سورتوں میں سے ہے قرآن حکیم نے حسب ذیل اعلان مومن

Marfat.com

کے فرائض کے بارے میں کر کے دین اسلام کے آنے کا مقصد قطعی طور پر واضح کر دیا۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ.یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ o

(۱۱۱/۹)

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال آخرت میں الجنہ حاصل کرنے کے عوض میں خرید لیئے ہیں تو اب یہ حالت ہے کہ وہ خدا کی راہ میں (غلبہ حاصل کرنے کے لیئے) قتال کرتے ہیں اور اس جہاد بالسیف فریضہ کے سلسلے میں کفار کو جو دین الٰہی کی مخالفت اور دشمنی میں پیش پیش ہوں (بے دریغ) قتل کرتے ہیں اور پھر خود بھی قتل ہوتے ہیں۔

یہ اعلان اس لیے تھا کہ مومن کے بلند درجے تک پہنچنے کے لیے اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کی پوری جان اور پورا مال بک چکے ہیں اور کسی عنوان سے اس کے اپنے نہیں رہے۔ نہ اس کی الصلوٰۃ اس کی اپنی مرضی کی "خدا کی بندگی" رہی ہے' نہ اس کی الزکوۃ اس کی اپنی مرضی کی "خدا کی راہ میں خیرات" رہی ہے' نہ اس کا صیام بھوکا رہ کر خدا کو خوش کرنے کا مذہبی عقیدہ ہے' نہ اس کا مکہ کی طرف حج کسی "زمانہ کی جاہلیت کی مقدس رسم کے طور پر ہے' بلکہ فتح مکہ کی تمہید ہے اور یہ سب "عبادات" فرض لازم ہونے کی حیثیت سے سب کی سب ایک ہی مقصد کی طرف جا رہی ہیں اور وہ مقصد غلبہ اسلام ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔ (۳۳/۹) یعنی رسول اللہ کو صرف اس لیے ھدی اور دین الحق دے کر بھیجا گیا ہے کہ وہ اس کو تمام ادیان عالم پر غالب

Marfat.com

کر دے" کے سوا کچھ نہیں!!

مسلمانو! جانے رہو کہ نماز' روزہ' حج' زکوۃ اور شہادت' انہی پانچ ارکان کے صحیح قیام پر دین اسلام کا پورا دارومدار ہے لیکن ان معنوں میں نہیں جن معنوں میں مسلمان ان کو اپنے مطلب کے لیے گھسیٹ رہے ہیں یعنی یہ کہ فرض تھا' ادا کر کے بوجھ اتار دیا" مسلمانوں کو یہ تو یاد ہے کہ یہ پانچوں اسلام کے ارکان اور ستون ہیں' ان کو یہ یاد نہیں رہا کہ رکنوں اور ستونوں کی تعمیر چھت ڈالنے اور عمارت کھڑی کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ نرے رکنوں کا کھڑا کر دینا کچھ شے نہیں بلکہ صرف رکنوں کا کھڑا رہ جانا عمارت کی بربادی کی نشانیاں ہیں۔ ان کی اصل غرض و غایت اسلام کی اجتماعیت اور امت محمدیہ کی وحدت ہے۔ اس نماز کے اندر بے پناہ قیام جماعت کا راز ہے، اسی روزے میں کمال تحمل اور فتح امت کا بھید ہے' اسی حج میں صحیح مرکزیت ہے۔ اسی زکوۃ میں امت کی تمام واماندگیوں کا علاج ہے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ دین اسلام کا صحیح دستور العمل تمام قرآن ہے۔ یہی دستور العمل سرور کائنات محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا رہا جس کے نتیجہ میں اسلام دنیا کے بیشتر حصہ میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔ نرے پانچ ارکان دین اسلام کا خلاصہ ہرگز نہیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ ان پانچوں مناسک کی حکمت عملی یہی تھی کہ ان کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً خالق کائنات کی یاد تازہ ہو تاکہ لوگ احکام خدا کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کریں۔ اس کے امن افزا احکام سے غافل نہ ہونے پائیں، اس کی سزاؤں کو سن کر لرز اٹھیں' اس کے انعاموں کو خیال میں لا کر عمل کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس سے زیادہ ان سے فی الحقیقت کچھ مقصود نہ تھا اور جب خدائے عظیم کا دعویٰ ہے کہ ہر امت کے مناسک اس نے بذاتِ خود مقرر کیے تھے تو صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک قوم کے مناسک کو دوسری قوم کے مناسک پر کوئی وجہ فضیلت نہیں' ان کے مابین کوئی بنیادی فرق نہیں' وہ کسی قوم

Marfat.com

کے لیے فی نفسہ مقصود بالذات شے نہیں، وہ صرف تسلیم، ہیجان قلب اور ذکر پیدا کرنے کے آلے ہیں، جو شے ان سے بہر نوع مقصود ہے احکام الٰہی کی اطاعت ہے، سعی و عمل کی تیاری ہے، حکم برداری اور تقویٰ ہے، احکم الحاکمین کا ڈر اور اتحاد ہے۔

چنانچہ سورہ حج میں قربانیوں کے احکام کے ضمن میں صاف فرمادیا کہ:

لَنْ یَنَالَ اللّٰہَ لحُومُھَا وَلاَ دِمَائُھا وَلٰکنْ یُنالُہٗ التّقوٰی مِنْکُمْ ○ (۳۷/۲۲)

یعنی خدا تک نہ تو ان قربانیوں کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون بلکہ اگر کوئی شے وہاں فائدہ دیتی ہے تو وہ تمہارا تقویٰ ہے۔

پس جب تقوی کا جزو اعظم اتحاد ہے، 'لَا تَفَرَّقُوا ہے' اِعتصموا بِحبْل اللّٰہ ہے، صابِروا اور رابطوا ہے، امة واحدة بنے رہنا ہے وغیرہ وغیرہ تو ارکان امت کا فرض ہے کہ خدائے عظیم کے مقرر کئے ہوئے مناسک کو اتحاد، عبودیت، حکم برداری اور اطاعت کو پیش نہاد بنا کر بالاجماع ادا کریں۔ ان کو فی نفسہ مقصود و منتہانہ سمجھیں کیونکہ اصل قانون امت کے مابین اتحاد پیدا کرنا ہے، لوگوں کے دلوں میں خدا کا ڈر پیدا کر کے ان کو متحد اور صالح اعمال کے لیے تیار رکھنا ہے، اس سے کمتر حتماً اور اصلاً کچھ نہیں۔ لیکن سوچنے کا مقام ہے کہ کیا یہ سب کچھ اس لیے نہیں تھا کہ اس کی بدولت غلبہ حاصل ہو اور دشمنان دین سرنگوں ہو کر رہ جائیں۔ وہ سوچیں کہ خلفاءِ راشدین اور سلاطین اولین کیا نشان راہ عطا کرتے ہیں اور میدان جنگ کے شہدائے کرام اور عساکر اسلام کے تاریخی کارناموں سے اس کے سوا اور کیا سبق ملتا ہے کہ وہ زندگی میں ویسا ہی صلاحیت بخش انقلاب پیدا کریں اور ان صالحین کا راستہ اختیار کریں جو خوف و حزن سے نجات پا گئے۔ یہ ممکن نہیں کہ اس حیات دنیوی میں جو حرماں نصیبی کا شکار ہو وہ حیات اخروی میں تعظیم و تکریم سے سر

Marfat.com

فرازیاں پاسکے۔ قرآن میں صاف لکھا ہے۔

وَ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِہٖ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ○ (۷۲/۱۷)

اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور (فلاح کے) راستے سے بہت دور)۔

مسلمان بلکہ ہر انسان کے لیے نجات اور قومی عروج کی ایک ہی راہ ہے۔ وہ یہ کہ قرآنی آیتوں پر ہاتھ پاؤں کا عمل پیدا کرے' خدا کی راہ پر چلنے کے لیے اپنا پورا مال اور اپنی پوری جان ہر وقت دیتا رہے۔ کسی عنوان سے ان کی کماحقہ تعمیل میں غفلت نہ کرے اور سب سے اول اور آخر یہ کہ بنی نوع انسان کو ایک امت بنا کر صحیفہ فطرت کی مکمل تسخیر کرے اور اس طرح بنی نوع انسان کی نجات کا وسیلہ بن جائے اور اس کے نتیجے کے طور پر روز قیامت کو مالک زمین و آسمان سے دوبدو ملاقات کا حقدار ٹھہرے۔

Marfat.com

اسلام کے دس اصول جو توحید کے سرچشمہ حیات سے ابھرے

کلمہ شہادت، صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ دراصل امت محمدیہ کے وہ شعائر و مناسک ہیں جو امت محمدیہ اور دیگر امتوں کے مابین خط امتیاز کھینچتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ خدا نے قرآن میں کلمہ شہادت اور اسکے الفاظ تک کی تعین نہیں کی۔ صلوٰۃ کے ارکان اور اس کی رکعتوں تک کی تفصیل موجود نہیں، حج کے مناسک نہیں ملتے۔ ان سب کی تفصیل کا معاملہ رسول عربی ﷺ پر چھوڑ دیا کہ جتنا ضروری سمجھیں ان کا نفاذ عمل میں لائیں۔ الا یہ کہ اس نے بار بار ان کا اعادہ کیا اور اس نقطہ نظر سے اس پر مسلسل زور دیا کہ ان شعائر کی بدولت ہمارے اعمال میں صلاحیت پیدا ہو اور اخلاقی تشکیل عمل میں آئے۔ درحقیقت اسلام کی اساس و بنیاد چند اصولوں پر ہے جو قرآن کی ساری تعلیم کا نچوڑ ہیں۔ یہ اصول حسب ذیل ہیں۔

(۱) قول کی بجائے خالص وحدت عمل۔ (۲) وحدت امت۔ (۳) اطاعت اولوالامر (۴) دشمنوں کے خلاف جہاد بالمال۔ (۵) قتال یعنی جان کی بازی۔ (۶) ہجرت اور اس شے کی قربانی جو جدوجہد میں رکاوٹ ہو۔ (۷) جدوجہد میں عزم و استقلال اور اس کے نتائج پر پورا یقین۔ (۸) مکارمِ اخلاق۔ (۹) علم۔ (۱۰) آخرت پر ایمان

یہ دس اصول فی الحقیقت ارواح امر اللہ یا اس کا قانون ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، "اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنی روح امر وحی کی۔ تو نہیں سمجھ سکتا تھا کہ الکتاب کیا ہے اور الایمان کیا ہے۔ لیکن ہم نے اسے نور ہدایت کی صورت دی جس کی وساطت سے ہم اپنی مشیت کے مطابق اپنے بندوں کو وہ ہدایت دکھائیں گے اور (اے نبی) تو خود بھی صراط مستقیم کا سراغ دے رہا ہے۔ (۴۲/۵۲)

Marfat.com

ہر چند کہ خدا نے اپنے قانون کی رو سے ہر امت کے لیے اپنی عبادت کا ایک طریق و اسلوب متعین کر دیا ہے اور ہر امت کو چاہیے کہ اس طریق و اسلوب پر قائم رہے لیکن جہاں تک اس کے امر و قانون کا تعلق ہے وہ ایسی قطعی اور آخری شے ہے جو تمام امتوں پر یکساں لازم ہے۔ ان میں سے بعض امتیں اس پر چل رہی ہیں اور بعض نے دوسری راہیں اختیار کر رکھی ہیں۔ وہ ان سب کی سعی و عمل کے مطابق ان کا اجر دے رہا ہے اور سب کا احتساب کئے ہوئے ہے۔

لاریب کہ اسلام کے یہ دس اصول قرآنی احکام کا سرچشمہ ہیں۔ یہی قانون فطرت ہے اور روئے زمین کے کسی گوشے میں جو قوم بھی انہیں نشان راہ بنائے ہوئے ہے وہ اس کی نفع بخشیوں سے کام لے کر زوال و شکست سے محفوظ ہے۔ عروج و اقبال کے بلند مقامات پر فائز ہے۔ ہر قسم کے خوف و حزن سے بالاتر ہو کر امن و اطمینان کی فضا میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ ایسی ہی قومیں قانون خداوندی کی بارگاہ میں عملاً سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

علمائے مغرب نے یہ تمام تر "اسلام" عالم طبیعات سے اخذ کیا اور انسانی و حیوانی زندگی کی ارتقاء پذیر اشکال و تماثیل کے مطالعہ کے بعد ان کا سلسلہ تحقیق طبقات ارض اور ان سے متعلق حجرات و جمادات و نباتات، حقائق الاشیاء اور امم سابقہ کی تاریخ تک جا پہنچا ہے۔ اسی محنت نے ان پر اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ نظام کائنات کی بنیاد تمام تر سعی و عمل، جدو جہد اور نظم و نسق پر ہے اور جس کسی میں یہ صلاحیت نہیں اس کے لیے دنیا میں فلاح کی کوئی صورت نہیں۔ یہ صلاحیت اسی میں رونما ہو گی جس نے تمام مخالفانہ قوتوں، آزمائشوں اور حوادث کے مقابلہ میں صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور امکان کی آخری حد تک منظم قوت، اتحاد اور علم و بصیرت کے زور پر اپنی بھرپور تیاریاں جاری رکھیں۔

Marfat.com

توحید فی العمل کا تقاضا

اگر قرآن کی توحید سے یہ مراد ہوتی کہ خدا کے ایک اور خالق کل ہونے کا زبانی اقرار کرلیا جائے، اسے قولاً سب سے بڑا صاحب عزت اور صاحب علم مان لیا جائے تو ایسا زبانی اقرار تو عہد نبوت کے کفار بھی کرتے تھے۔ توحید فی العمل یہ ہے کہ خدا کے ہر حکم کی عملاً تعمیل ہو' اتباع قانون' ہر دوسرے لات و منات کے آستانوں سے قطع تعلق 'ارباب دولت واقتدار کی بارگاہوں اور لذات و شہوات کی سرمستیوں سے دست کش 'مال و دولت کی محبت اور ان دوسری دلفریبیوں سے جو احکام خداوندی کی اطاعت میں حائل ہیں مکمل پرہیز ہو۔ یہ نہیں کہ نماز بھی پڑھ لی اور جھوٹ بھی بول لیا' رشوت بھی لے لی یا کوئی اور کار بد بھی کرلیا اور عقیدتاً یہ سمجھ رکھا کہ نماز کا ثواب ملے گا اور برے کام کا گناہ لازم ہوگا۔ یہ توحید کی نفی اور نہایت لغو اور لچر تصور ہے۔

وحدتِ امت

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝

(۵۲/۲۳)

"اے بنی نوع انسان! بے شک اور بالتحقیق یہ تمہارا گروہ ایک واحد گروہ ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں' اس لیے مجھ ہی سے ڈر کر امت واحدہ بنے رہو۔"

دین اسلام اور قرون اُولیٰ کے مومنوں کی کیفیت ایمان کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دین اسلام کا بنیادی مطمحِ نظر سب انسانی جماعت کو خدائے واحد کے خالص بندے (غلام ر نوکر) بنا کر متفق الغرض اور متحد

Marfat.com

العمل کر دینا تھا۔ اسی اتحادِ امت میں نبی نوع انسان کی اجتماعی ترقی اور استحکام کا راز پوشیدہ تھا۔ یہی وحدت نصب العین فی الحقیقت بنی نوع انسان کی نظری اور عملی تقدم کی وہ خشت اول تھی جس پر رفتہ رفتہ انسانی بہبودی کی تعمیر کا سب دار ومدار تھا۔ کلام الٰہی نے نہ صرف بنی نوع انسان کے باہمی اختلاف نصب العین کو فساد فی الارض کا خطاب دے کر زوال امت کا اصلی سبب قرار دیا بلکہ کھلے الفاظ میں انسان کے پیدا کرنے کی غرض وغایت وحدت امت قرار دے کر کہا کہ رحمت خدا کی سچی مستحق وہی امت ہے جس کے افراد کی سب کوشش اسے ایک نصب العین کی طرف لیے جا رہی ہو۔ اگر بنی نوع انسان نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث ایک عالمگیر قانون کی پیروی اور لازوال صداقت کو تسلیم نہ کیا اور اپنے اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے منتشر العمل رہے تو جنگ وجدل، خوف وحزن کا جہنم ایک مدت مدید تک ان کا حصہ ہے۔

وَمَا خَلَقتُ اَلْجِنّ. وِلاِنس اِلاَّ لِیَعْبُدُوْنَo (۵۶/۵۱)

"اور ہم نے جن و انس کو پیدا ہی نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ وہ ہماری ہی نوکری اختیار کریں (اور کسی دوسرے حاکم کے تابع نہ ہوں)"

فطرت کے اس لازوال اور محکم قانون کو مد نظر رکھ کر حفظ جماعت کا سب سے مقدم اور اولین اصول جو خدائے بزرگ وبرتر نے تقویت اسلام اور غلبہ دین کی خاطر احکام شریعت میں داخل کر دیا یہ تھا کہ جماعت کا ایک ہی نصب العین ہو اور اس میں کوئی اختلاف وانتشار پیدا نہ ہو۔ اس بنا پر ہر مسلمان کی روئے زمین کے سب مسلمانوں سے کامل مصالحت ایمان کی لازمی شرط ٹھہرا دی۔ فَاتقو اللهَ وَ اَصلحوُا ذَاتَ بَینِکُمْ وَ اَطیعوا اللهَ وَ رَسُوْلَه' اِنْ کُنْتُمْ مُؤمِنِینo (۸/۱) تو اے مسلمانو! اگر تم ایمان والے ہو تو اس احکم الحاکمین سے ڈرتے رہا کرو،

Marfat.com

اور آپس میں کامل مصالحت اور اتفاق سے رہو کیونکہ خدا کا سچا ڈر یہی ہے۔ اور اللہ کے احکام کی ہمہ تن تعمیل کرو اور اس کے علاوہ رسول اللہ بھی جس کام کے لیے بالمشافہ حکم دیں فوراً کرو۔

اطاعت رسول و اولو الامر

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مومن پر خدا اور رسول کے مقرر شدہ احکام و ہدایات کی پیروی کے بعد اطاعت امیر قصداً اور حتماً لازم کر دی لیکن اتحاد امت کو ہر حالت میں قائم رکھنے کی غرض سے وقتی اور مصلحتی احکام کی تعمیل میں مومن کو اس قدر قربانی، اس قدر تحمل اور اپنے پر اس قدر جبر کرنے کے لیے حکم دیا کہ جو شے بھی فریقین یا صاحب امر اور رعیت کے درمیان جھگڑے کا باعث ہو اس کا معاملہ خدا اور رسول اللہ پر سردست اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ روز جزا کو اس کا فیصلہ خدا کی جناب اور رسول اللہ کی وکالت میں بہترین طریقے پر پیش ہوگا۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اطیعو اللّٰه وَ اَطِیْعُوا الرَّسُولَ وَ اُولِوالْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُولَ اِنْ كُنْتُم تؤمنونَ باللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاوِیْلاً ○ (۴۔۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کے احکام کی ہمہ تن تعمیل کرو، رسول اللہ کے حکم کو بھی بے چون و چرا مانا کرو اور تمہاری جماعت پر جو شخص تم میں سے سردار بنایا جائے اس کی بھی بے حیل و حجت اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی امر کے متعلق تم میں اور سردار جماعت میں یا تمہارے آپس میں نزاع پیدا ہو جائے تو فوراً اس نزاع کو اپنے

Marfat.com

سے بہتر حکم یعنی خدا اور رسول اللہ کے سپرد کر دو اور
اپنے سردار کی اطاعت پر بدستور جمے رہو اگر تم کو فی
الواقعہ خدا پر سچا ایمان ہے اور روز قیامت کے واقع
ہونے پر دل سے یقین ہے۔ یہی ترکیب فریقین کے
حق میں بہتر ہے اور تم کو باہمی تفریق سے بچانے کی یہی
بہترین صورت اور اچھے سے اچھا تہہ تک پہنچنا ہے۔

ارشاد خداوندی یہ ہے کہ بہر حال امیر کی اطاعت کرو اور کسی صورت میں بھی اس سے گریز کی راہیں اختیار نہ کرو۔ اگر کسی معاملے میں اختلاف اور تنازعہ کی صورت پیدا ہو جائے تو اسے خلیفۃ الرسول پر چھوڑ دو کہ وہ خدا کی کتاب کے مطابق اسے طے کر سکے یا سنت رسول سے راہنمائی پانے کے قابل ہو سکے۔ ہمیں اس کے مؤاخذہ و محاسبہ کا حق حاصل نہیں' یہ جو خدا نے فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اپنا معاملہ خدا اور رسول کی طرف لوٹا دو تو اس کا مفہوم یہی ہے۔ اسے پیش نظر رکھو کہ جماعت میں فتنہ بپا کرنا قتل سے شدید تر جرم ہے (۲/۱۹۱)۔ خدا تم سے اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ تم سب مل کر اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ اسی بنا پر علمائے سلف کا قول ہے کہ جس نے سلطان کی اطاعت کی اس نے گویا رحمان کی اطاعت کی' یہی وہ فلسفہ اطاعت ہے جس پر نظام عالم کا دارو مدار ہے اور یہی وہ حقیقت ہے جو امن عالم کا مرکز و محور ہے۔

مذکورہ بالا آیہ کریمہ (۴/۵۹) کا مفہوم مزید وضاحت طلب اس لیے ہے کہ آج اس کے بارے میں تفرقہ انداز نزاع قائم ہو گیا ہے۔ اطاعت رسول سے اتباع حدیث کا مسئلہ پیدا کر لینا درست نہیں ہے اور پھر اس صورت میں یوم آخر کی شرط مقرر کرنے کی کوئی توجیہ نظر نہیں آتی اور ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تاویلاً کا بے معنی ہو جانا ہے۔ لیکن اس کا کیا جواب کہ قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں میں کامل دو سو برس تک احادیث کی تدوین نہ ہوئی اور کوئی ایسی مستند اور مستقل کتاب

Marfat.com

نہ تھی جس سے احکام رسول اخذ ہو سکتے۔ درحقیقت اس آیہ کریمہ میں رسول اللہ کے ان بالمشافہ احکام کا ذکر ہے جو وقتاً فوقتاً راہنما اور امیر جماعت کی حیثیت میں امت کو دیتے رہے۔ رسول اللہ کے بعد اطیعو الرسول کا مقام خلفائے راشدین کو ہی مل سکتا ہے یا اس شخص کو جو مسلمانان عالم کی جماعت کا امیر انہی معنوں میں مقرر ہو اور اولو الامر اس صورت میں وہ حکام اور عامل ہیں جو خلیفۃ الرسول مسلمانوں کے گروہ پر مقرر کریں۔ اطاعت اولو الامر ہر صورت میں فرض ہے۔

Marfat.com

صحیفہ فطرت

یہ سلسلہ کائنات یعنی زمین وآسمان اور جو کچھ ان کے درمیان انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے دین اسلام کا انتہائی اہم حصہ ہے لیکن دینی راہنماؤں نے اس حقیقت کو کماحقہ اہمیت نہیں دی۔ یہ کائنات کیسے ظہور میں آئی 'اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے 'انسان کا کائنات جہاں سے تعلق کیا ہے 'ایسے امور ان کی نگاہ میں دین کے حوالے سے خارج از بحث ہیں۔ البتہ انسان کے بارے میں وہ حتماً کہتے ہیں کہ اس کی پیدائش کا واحد مقصد خدا کی عبادت کرنا ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الجنّ وَالِانَس اِلاَّ یَتعبدُوْن o

(مفہوم کے لیے دیکھو صفحہ ۴۲)

محمد عربی ﷺ کی 'جس پر ہوش مند دنیا ، ٹھوں برس تک تحسین و آفرین کے نعرے لگاتی رہے گی 'خدائے لم یزل کے بارے میں حسب ذیل حدیث کائنات کے اندرونی راز کو یکسر کھول دیتی ہے۔

کُنْتُ کَنْزًا مخفیاً فَاجَببْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخلقْتَ خَلْقاً o (صحیح بخاری)۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا (جس کی قدر و قیمت کو سمجھنے والا کوئی متنفس نہ تھا) اور اگر یہی صورت حال رہتی تو میری ہستی کو کون محسوس کرتا ؟ مجھے کون جانتا ؟ کون پہچانتا ؟ بالآخر میری بے چین طبیعت اس خموشی اور گمنامی کو باوجود غنی عن العالمین اور کامل طور پر بے نیاز ہونے کے 'برداشت نہ کر سکی اور میں نے پسند کیا کہ پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

چونکہ تمام مخلوق میں انسان کو بطور اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا اور اسی

Marfat.com

مقصد کے لیے کیا گیا کہ انسان چونکہ تمام کائنات میں سمجھ بوجھ والی واحد مخلوق ہے اس لیے وہ اپنے علم (یعنی سَمع بَصَر اَور فواد) کے ذریعے سے صحیفہ فطرت پر قبضہ کرے 'لہٰذا انسان کا زمین پر مکمل تصرف کرنے کے بعد کروڑ در کروڑ آسمانی کروں کی طرف توجہ کر کے ان پر قبضہ کرنا مقصد پیدائش کائنات ہے اور پھر انسانی امتوں میں سے تسخیر کائنات کا حسن عمل کرنیوالی امتوں کو صحیفہ فطرت کے کروڑوں آسمانی ستارے بطور جزا انعام دے دیئے جائیں گے اور جو قومیں اس سلسلے میں غافل اور بے عمل ہوں گی ان کو اسی صحیفہ فطرت کے ذریعے سے ہلاکت کی سزا دی جائے گی۔

وَ لِلّٰہِ مَا فِیْ السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرض لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَاءُ وْا بِمَا عَمِلُوا وَ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا با الْحُسْنٰیO

(۳۱/۵۳)

اور لوگو! جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ خدا کے پاس اس لیے ہے کہ خدا برے عمل کرنے والوں کو اسی صحیفہ فطرت کی چیزوں کی وساطت سے سزا دے اور حسن عمل کرنے والوں کو یہی صحیفہ فطرت کی عمدہ چیزیں بطور انعام دے دے۔

وَالْعَصر اِنَّ الاِنْسَانِ لَفِیْ خُسْر اِلاَّ الَّذِیْن امنوا وَ عَمِلو الصّٰلِحٰت وَ تواصَوا بِالْحَقِ وَ تواصَوا بالصّبرOO

یہ تمام زمانہ (جو تمہارے سامنے گذرا ہے یا گذر رہا ہے) اس امر کا گواہ ہے کہ در حقیقت انسان ضرور گھاٹے میں رہا مگر وہ قومیں جو ایمان لے آئیں اور

Marfat.com

جنہوں نے عمل صالح کئے اور حقیقت کو پکڑ کر ایک دوسرے کی مدد کی اور انتہائی استقلال سے اس پر جمے رہے۔

اس سورۂ مبارکہ کے حوالے سے ہمارے دینی راہنما محض وحی (قرآن) کو "الحق" تسلیم کرتے ہیں حالانکہ "الحق" کی اصطلاح صحیفہ کائنات کے لیے بھی استعمال ہوئی ہے جیسا کہ قرآن کی کم از کم چودہ آیتوں سے جن کا ذکر آگے آرہا ہے بے شک و شبہ ثابت ہے۔ ایک مسلمہ روایت ہے کہ جب دو صحابی آپس میں ملتے تھے تو اس سورۂ کا آپس میں ذکر کرتے تھے۔ اس سے اس کی جامعیت اور مسلمانوں کے لیے لائحہ عمل کی نوعیت کو واضح کرنے کی ترغیب و تدبیر سامنے آتی ہے جو انسانی ذات کی نشو و نما کے علاوہ کائنات میں غور و فکر اور بالآخر اس کی تسخیر کے عمل کے بارے میں ہے تا کہ مسلمان دنیا اور آخرت دونوں کے خسارے سے محفوظ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا نے جہاں اپنے کلام کو "آیات" کہا ہے وہاں مظاہر فطرت کو جو خدا کا کام ہے، آیات اللہ کا خطاب دیا ہے۔ کلام خدا یعنی قرآن عظیم انسان زندگی کے لیے ہدایت نامہ کے طور پر ہے جو انسان کے روحانی اور مادی ارتقاء کے بنیادی اصولوں کو بیان کرتے ہوئے جہاں اس کیلئے راہ عمل متعین کر رہا ہے وہاں اسے نتائج اعمال سے بھی آگاہ کر رہا ہے۔ جہاں تزکیہ نفس' اخلاق و عبادات اور روحانی ارتقاء کے اشارے دے رہا ہے وہاں کائنات کی پیدائش کی غرض و غایت انسان کو اس پر قبضہ کرنے کی تجویز و تدبیر 'ما حصل سے بھر پور استفادہ کرنے کی تلقین اور خدا' انسان اور صحیفہ فطرت کے آپس میں تعلق اور انجام سے بھی خبر دار کر رہا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک سے پہلو تہی برتنا اَفَا تومِنوُنَ بَعضِ الکِتَابِ وَ تکفرُونَ بِبعَض (یعنی کیا

Marfat.com

تم الکتاب کے کچھ حصے کو مانتے ہو اور کچھ سے انکاری ہو) کے مصداق ٹھہرنا ہے۔

سورہ جاثیہ (۴۵) کی شروع کی چھ آیتیں ملاحظہ ہوں۔ چھٹی آیت میں تیسری آیت سے لے کر پانچویں تک کی آیات کو "آیات اللہ" کہا گیا ہے۔ تِلْكَ آیاتُ اللّٰہِ نَتْلُوھَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حدیث بعد اللّٰہ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ۝ (اے محمد یہ اوپر کی آیات وہ آیات ہیں جو ہم تم کو حقیقت کے طور پر پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ پھر مجھے بتاؤ کہ خدا کی کہی ہوئی بات اور اس کی (صحیفہ فطرت سے اخذ کی ہوئی) آیات کے بعد یہ لوگ کونسی زیادہ سچ بات پر ایمان رکھیں گے) پہلی آیتوں میں جنہیں " تِلْكَ اٰیَۃُ اللّٰہِ " کہا گیا ہے' ظاہر ہے فطرت کے سوا کسی اور شے کا ذکر ہی نہیں۔

قرآن حکیم میں خدا اور قرآن کے علاوہ صرف ایک شے ہے جس کو بار بار نہایت تاکید کے ساتھ "الحق" یعنی سچائی کہا گیا ہے اور وہ صرف خدا کی بنائی ہوئی فطرت ہے۔ حق کے لفظ کا استعمال خدا کے لیے دو جگہ 'قرآن حکیم کے لیے دس جگہ 'انبیاء کے لیے ایک جگہ 'قیامت کے لیے ایک جگہ اور فطرت یعنی کائنات جس کا ہم اپنے سامنے ہر دم مشاہدہ کر رہے ہیں چودہ مقامات پر ہوا ہے۔ فطرت کو نہ صرف "الحق" کہا گیا ہے بلکہ اس میں غور و فکر کرنے اس کی ماہیت کو سمجھنے اور اس کو مسخر کر کے استفادہ کرنے کے عمل کو عمل صالح اور حسن عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ چودہ مواقع حسب ذیل ہیں :۔

(۱) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضِ وَمَا بَینھُمَا لٰعِبِیْن ۝ مَا خَلَقْنٰھُمَا اِلاَّ بِالْحَقِّ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرھُمْ لاَ یَعْلَمُوْنَ ۝

(۴۴/۳۸۔۳۹)

"(اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان

Marfat.com

ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔ ہم نے ان کو پیدا نہیں کیا مگر
بطور حقیقت کے لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔
(گویا خدا کو دھن لگی ہے کہ انسان اس کا علم حاصل
کرے جو اس نے بنایا ہے تاکہ اس کو پہچانے)۔"

اس آیت سے ملحقہ اگلی تین آیات کو اگر مذکورہ بالا آیت سے ملا کر پڑھیں تو اس حقیقت کی اہمیت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصلِ مِیقَاتُھُمْ اَجْمَعِیْن یَومَ لاَ یُغْنِیْ مَولیً عَنْ مَولیً شَیءً وَلاَ ھُمْ یُنْصَرُوْنَ٥ اِلاَّ مَنْ رحم اللّٰہ اِنَّہٗ ھُوَالعزیزُ الرّحِیم٥ (۴۴/۴۰۔۴۲) بلاشبہ ان سب کو اکٹھا کر کے فیصلہ کر دینے کا دن موجود ہے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آسکے گا مگر جس پر اللہ رحم کرے بے شک وہ زبردست حساب لینے والا (العزیز، اور رحم کرنے والا (الرحیم) ہے۔

ان آیات سے واضح ہے کہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا معجزنما کارنامہ ہے۔ انسان کی نشوونما اور ترقی کے لیے اس میں بے شمار وسائل موجود ہیں۔ ان کا علم حاصل کرنا اور ان سے مستفید ہونا لوگوں پر فرض ہے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو فیصلے کے دن کا انتظار کریں جہاں ان کو سخت گرفت کا سامنا کرنا ہو گا اور کوئی ان کی مدد نہ کر سکے گا۔ آیت نمبر ۳۹ کے الفاظ "یُنْصَرُوْنَ" سے پہلے "ھُمْ" کی ضمیر، آیت نمبر ۴۰ کے "میقاتھُمْ" میں ھُمْ کی ضمیر اور آیت نمبر ۴۱ میں لفظ "یُنْصَرُوْنَ" سے پہلے "ھُمْ" کی ضمیر تینوں ایک ہی فاعل کے لیے آئے ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان آیات کا جو مفہوم اوپر پیش کر دیا گیا ہے اس سے بہتر مفہوم پیش کرنا ممکن نہیں۔ پھر چونکہ مذکورہ پانچ آیتوں کا عنوان ایک اور سلسلہ وار ہے اس لیے ان کے مطلوب و مقصود (تخلیق کائنات) سے بے خبری اور اس سے غفلت برتنے کی سزا کو عنوان سے ہٹ کر کسی اور طرف چسپاں نہیں کیا جا سکتا۔

Marfat.com

(۲) وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا اِلاَّ بِالْحَقْ. وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصفحِ الصَّفحَ الْجَميل ٥ (۱۵/ ۸۵)

''اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ایک حقیقت پیدا کیا اور یاد رکھو کہ (امتحان کا) وقت ضرور آنے والا ہے۔ پس اس مہلت تک پورے طور سے درگذر کرو۔ گویا اس حقیقت سے جس قوم نے فائدہ نہ اٹھایا اس کو ذلت نصیب ہو کر رہے گی۔''

(۳) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرض وَ مَا بينهُمَا باطِلاً ذٰلِكَ ظَنّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَوَيْلٌ لِلّذِيْنَ كَفَرُوا مِنَ النَّار ٥

(۳۸/ ۲۷).

''ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جھوٹ پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے جو کافر ہیں۔ تو حیف ہے کہ ان کافروں کو جہنم ہوگا۔''

اس آیت سے ظاہر ہے کہ فطرت کو باطل یعنی بے کار اور غیر کار آمد سمجھنے والوں کو جہنم تک کی سزا ہے۔(لہٰذا جہنم سے بچنے کے لیے مومنین پر فرض ہے کہ اس حقیقت سے بھرپور فائدہ اٹھائیں)۔

(۴) وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِين٥ (۲۱/ ۱۶)

''اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے کھیلتے کھیلتے نہیں بنایا۔

(۵) وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتَ وَالْاَرض بِا الْحَق وَ لِتُجْزٰى كُلّ نَفْس بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْن٥ (۴۵/ ۲۲)

Marfat.com

اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور
یہ اس لیے کہ ہر شخص کو جو وہ کوشش کرے اس کا
بدلہ دیا جائے گا اور انسان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

گویا جو شخص فطرت کی حقیقت کو بنیاد قرار دے کر تحقیق و تلاش کا عمل اختیار کرے گا اس کو اسی کی پوری اجرت ملے گی۔ کیا دنیا کی تمام زندہ قوموں کو اس کی جزا نہیں مل رہی؟ وائے افسوس کہ بعد کے مسلمان کس گمراہی کی طرف چلے گئے!"

(۶) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرضَ بِالْحَق تَعالٰی عمّا یُشرِکُوْنَ٥ (۳/۱۶)

آسمانوں اور زمین کو خدا نے سچائی کے ساتھ پیدا کیا۔
وہ اس شے سے بلند ہے جو لوگ اس کے ساتھ شریک
کر رہے ہیں۔

(۷) اَوَلَمْ یتفکّروا فِی اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرض
وَ مَا بَیْنَهُمَا اِلاّ بالْحَقّ وَ اَجَلَ مُسَمًّی وَ اِنّ کثیرا مِنَ النَّاسِ
بِلِقَایِ رَبّهِمْ لَکٰفِرُوْنَ٥ (۳۰/۸۔الروم)

"کیا لوگوں نے اپنی ساخت پر غور نہیں کیا اور اس پر
کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے
درمیان ہے نہیں پیدا کیا مگر بطور حقیقت کے اور ایک
مقررہ وقت تک' اور باوجود اس کے لوگوں میں سے
بہت سے اس بات سے منکر ہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے
والے سے ایک نہ ایک دن ملاقات کریں گے۔"

یہاں پر ایک باریک اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ فطرت کی تمام اشیاء جو پیدا کی گئی ہیں حقیقت پر مبنی ہیں اور انہی حقائق پر تفکر اور ان کی کماحقہ تلاش کا

Marfat.com

نتیجہ ملاقات رب ہے جو لامحالہ خدا ان سے کرے گا۔ لیکن اکثر لوگ ان امور کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باعث ملاقات رب سے منکر ہیں۔

(۸) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۴/۱۹)

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت کے طور پر پیدا کیا، اگر وہ مناسب سمجھے تو تمہاری نسل کو ختم کر کے ایک نئی پیدائش لا سکتا ہے۔

اللہ اللہ! یہاں تو دھمکی معلوم ہوتی ہے کہ اگر تم انسانوں نے اس حقیقت کی پوری قدر نہ کی تو کیا عجب تمہاری نسل ہی ناپید کر کے بہتر نسل لے آئے جو اس حقیقت کو پورے طور پر دریافت کرے!

(۹) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ० (۳۹/۵)

"خدا نے آسمانوں اور زمین کو بطور حقیقت پیدا کیا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے۔ یہ سب کارخانہ ایک وقت مقرر تک جا رہا ہے۔ خبردار رہو کہ وہ خدا بڑا غالب پردہ ڈالنے (مہلت دینے) والا ہے۔"

(۱۰) خلق اللّٰه السّمٰوٰت والارض بالحق اِنّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ٥

(۲۹/۴۴ عنبکوت)

Marfat.com

"اللہ نے آسمانوں اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا
بے شک اس میں ایمان والوں کے لیے ایک بڑا اشارہ
ہے (لہٰذا وہ اس کی طرف کما حقہ متوجہ ہوں)"

(۱۱) هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیاءً وَّالْقَمَرَ نُوراً وَّ قَدرہٗ مَنَازِلَ لِتعلَمُوا عَدَدَ السِّنِین وَالْحِسَاب مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلاَّ بِالْحَق یفصِّلُ الاٰیٰت لِقَومٍ یَّعْلَمُونَ ۝ (۵/۱۰)

"اور وہ خدا ہے جس نے سورج کو شعلہ بنا دیا ہے اور
چاند کو نور اور اس کی منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تم
سنوں کی گنتی کر سکو اور حساب کر لو۔ خدا نے یہ
نہیں پیدا کیا مگر ساتھ حقیقت کے وہ ان اشاروں کو
علم والی قوم کے فائدے کے لیے کھول کھول کر بیان
کرتا ہے۔"

یہاں صاف اشارہ ہے کہ صحیفہ فطرت سے انتہائی علم حاصل کر کے بام بلند پر چڑھو اور سورج کی روشنی کو ضیا اور چاند کی روشنی کو نور کہہ کر دونوں میں فرق بتلایا کہ ایک اصلی شعلہ ہے اور دوسرے نے محض اس کی شعاع لے کر چمک حاصل کی ہے! چودہ سو برس پہلے جب کہ تمام دنیا جہالت میں ڈوبی ہوئی تھی یہ فرق بتانا حیرت انگیز ہے۔ یعلمون کے معنی بھی صاف ہو گئے کہ علم صرف علم فطرت ہے۔

(۱۲) مَا خَلَقْنَا اَلسَّمٰوٰت وَالاَرض وَمَا بَیْنَهُمَا اِلاَّ بِاالْحَقْ وَ اَجَل مُسَمًّی ۝ (۳/۴۶)

ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان

ہے نہیں پیدا کیا مگر سچائی کے ساتھ اور ایک وقت
مقرر تک۔

(۱۳) وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ○ (۶/۷۳)

اور وہ خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حقیقت پیدا کیا اور جب وہ کسی دن کہے گا کہ یہ شے ہو جا وہ ہو جائے گی۔

گویا اس کے علاوہ اور حقیقتیں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اس کے ن کہنے کی دیر ہے۔

(۱۴) خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ○ (۳/۶۴)

"خدا نے آسمان اور زمین کو سچائی کے ساتھ پیدا کیا اور تمہیں شکل دی پھر بہترین شکل بنائی اور جانے کی جگہ تو وہی خدا ہے۔ (جہاں انسانوں کو بہترین اعضا اور اوصاف سے مزین کرنے کے عوض اس حقیقت سے متعلق ان کے اعمال کا حساب ہوگا)"

اسلام کی شروع کی چند صدیوں تک قرآنی احکام ہر مسلمان کے سامنے ایک دلیل اور روشن حقیقت کے طور پر تھے۔ اس وقت کے مسلمانوں نے صحیفہ فطرت سے شغف بھی اسی ولولے سے قرآن حکیم کی اسی برہان و دلیل کو دیکھ کر اختیار کیا تھا جس ولولے سے انہوں نے خدا کی عبادت کو اپنی دنیاوی اور اخروی فلاح کا ذریعہ سمجھا تھا۔ تھوڑی سی مدت کے اندر اندر انہوں نے صحیفہ فطرت کا مطالعہ کر کے کئی یقینی علم ایجاد کیے۔ کیا زمانہ تھا جب مسلمانوں کی شناخت ہی اس بات سے ہوتی تھی کہ یہ عالم، فاضل، انجینئر، سائنسدان اور موجد ہیں۔ انسان کو

Marfat.com

اڑانا انہوں نے سکھایا۔ ابن فرناس نے اپنے تجربوں کے بعد خاصی دیر تک پرواز کر کے دنیا کو اپنے تجربے سے حیران کر دیا۔ مقنع نے نخشب کے کنوئیں سے چاند نکالا۔ اس کی روشنی پندرہ میل تک پہنچی۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ایک مہینے کی مسافت تک یہ روشنی نظر آتی تھی۔

علم طب' الجبرا' ریاضی' علم کیمیا' اور علم طبیعات و فلکیات کے ماہرین میں جابر بن حیان' خوارزمی' رازی' مسعودی' ابو الوفا' ابن الہیثم' ابن سینا' ابن رشد' نصیر الدین طوسی' ابن نفیس' البیرونی اور قطب الدین شیرازی کے نام قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے اشیاء فطرت کے گہرے مطالعہ اور تحقیق کے بعد تسخیر کائنات کے ابتدائی مراحل طے کئے اور ان کو انسان کی بہتری کے لیے استعمال کیا۔ ایک طرف قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا اخلاق اس قدر بلند' ہمتیں اس قدر کوہ پاش' آپس میں اخوت اس قدر قابل دید' مخالف سے سلوک اس قدر منصفانہ' دوست سے تعلق اس قدر رحیمانہ اور دوسری طرف علم فطرت کے میدان میں گراں قدر پیش رفت ایسے پرکشش عوامل تھے جن کو دیکھ کر قوموں کی قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہوتی گئیں۔ اگر مسلمان کا یہی انداز فکر دو چار سو سال تک اور رہتا تو روئے زمین کی تمام قومیں دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ایک انسانی امت کے روپ میں نظر آتیں لیکن مسلمان بے عمل ہو کر منحرف قرآن بن گئے اور یہ سلسلہ یکسر ختم ہو گیا۔ جب کہ مغربی اقوام نے مسلمانوں کی تاریخ سے سبق سیکھ کر صحیفہ فطرت کی حقیقت کو ایمان کی حد تک اختیار کیا اور تسخیر کائنات کے بارے میں اس قدر محنت اور دولت صرف کی کہ آج بر و بحر پر حکم ان کا چل رہا ہے اور سیاروں پر قبضہ کرنے کی تگ و دو میں مسلسل وہ مصروف ہیں۔ البتہ اب کچھ عرصہ سے مسلمانوں میں قرآن کو سمجھنے میں سائنسی انداز کا عمل دخل پھر شروع ہوتا محسوس ہو رہا ہے اور مقام فطرت کی اہمیت کا احساس زندہ ہو رہا ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ

Marfat.com

ایک اپنے مشہور انگریزی خطبات میں رقم طراز ہیں کہ کائنات میں غور و فکر کرنے والا سائنس دان بھی ایک طرح سے عبادت کرنے والے صوفی کی مانند ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے اس لیے کائنات کی قوتوں کو مسخر کرنا انسان کا فریضہ ہے اور کائنات کو جانے بغیر اس کی قوتوں کو مسخر نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علامہ محمد عنایت اللہ خاں المشرقی ”دور جدید کے وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے فطرت اور وحی کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ان کے باہمی تعلق کو اجاگر کیا۔ فی الواقعہ وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ وحی کا علمی انداز میں مطالعہ کیا اور یہ ثابت کر دیا کہ خدا کا کام (کائنات) اس کے کلام (وحی) کے ایک بڑے حصے کی علمی وضاحت اور عملی اظہار ہے۔ انہوں نے ۱۹۲۴ء میں تذکرہ کی صورت میں قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں فطرت کا قانون اور اللہ کے الفاظ اور کاموں کی روشنی میں نوع انسان کے ارتقاء کا لائحہ عمل خصوصی طور پر قرآن حکیم اور ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو مد نظر رکھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا تو یہ کام آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی تھی۔ دنیا بھر کے مفکرین اور سکالرز نے علامہ مرحوم کے اس کام کو بے حد سراہا۔ ہالینڈ کے مستشرق ڈاکٹر جے۔ ایم بلجان نے لکھا کہ ”تذکرہ چودہ سو برس کی اسلامی تحریروں کے صحرا میں واحد نخلستان ہے“۔ ایک اور مشہور پروفیسر نے لکھا ”میں قرآن کو نا قابل توجہ اور بیکن کی کتاب ”نووم آرگینم“ کو دنیا کی سب سے بڑی کتاب مانتا تھا لیکن اب ”قرآن“ کو سب سے بڑی آسمانی کتاب اور ”تذکرہ“ کو سب سے بڑی مذہبی کتاب مانتا ہوں۔ امام شیخ السنوسی امیر طرابلس (اب لیبیا) نے جو اپنے وقت کے شہرہ آفاق مجاہد اعظم اور زعیم ملت بھی تھے تذکرہ کی اشاعت پر علامہ صاحب کو پر زور الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا تھا اور یہ لکھا تھا ”جس طرح آپ نے اسلام کو سمجھا اسے باقی مسلمانوں کو بھی سمجھائیں اور تذکرہ کی

Marfat.com

باقی نو جلدیں جلد شائع کریں ورنہ قیامت کے دن میرا ہاتھ ہو گا اور آپ کا دامن۔

تذکرہ کے علاوہ علامہ مرحوم کی اور بہت سی تصانیف ہیں جن میں حدیث القرآن بعنوان "صحیفہ فطرت اور قرآن" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۱ء میں دنیا کے سائنسدانوں کے نام ایک خط لکھا جو حدیث القرآن میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔ وہ خود لکھتے ہیں کہ امریکہ اور یورپی سائنسدانوں نے غالباً میرے اسی خط کی روشنی میں تسخیر کائنات کے سلسلے میں اپنی کوششیں مزید تیز کر دیں اور بے حد ترقی کی۔ کاش آج کی مسلمان حکومتیں ان کی تصانیف کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح کے نصاب میں شامل کر کے ان کے عظیم کام سے استفادہ کر سکیں۔

حال ہی میں پاکستانی سائنسدانوں نے بھی نیوکلر فیلڈ میں اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں جو امید افزابات ہے۔ ایسے وقت میں اگر مسلمانوں کے حساس اور غیرت مند گروہ نے قرآن حکیم کی ان لازوال حقیقتوں کو جو ساڑھے چودہ سو برس پہلے وَمَا هُوَ اِلاَّ ذِكْرٌ لِلعَالَمِين (۵۲/۶۸) یعنی بے شک قرآن تمام دنیا کے لیے ایک نصیحت اور عبرت ہے) تحمل و بردباری اور اخلاق و کردار کے اوصاف کی حامل سیاست اختیار کر کے یورپ اور امریکہ کو حیرت انگیز خوف اور دباؤ میں مبتلا نہ کر دیا تو یہ مسلمانوں کی انتہائی بد قسمتی، انتہائی دوں ہمتی بلکہ خدا کے کلام کی اشد شدید ناشکری ہو گی۔

سورۂ الطارق میں پہلی ہیجان انگیز عالم آرا کائناتی حقیقت کا اعلان

(علامہ مشرقیؒ کی تصنیف تکملہ سے ماخوذ)

سورۂ القدر کے بعد سورۂ الطارق (۸۶) نازل ہوئی جو حسب ذیل الفاظ میں تھی:۔

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النجمُ

Marfat.com

التَّاقِبُ ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ
مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ
التَّرَآئِبِ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝
فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ
بِالْهَزْلِ ۝ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ
الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ (۸۶/۱-۱۷ الطارق)

"آسمان (کی بیکراں فضا) گواہ ہے اور (آسمان میں) رات کے وقت نمودار ہونے والا "طارق" شہادت دے رہا ہے اور (اے محمدؐ) تو کیا جانتا ہے کہ "طارق" کیا ہے؟ طارق ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ (تو آسمان اور طارق دونوں اس امر کے گواہ ہیں کہ اس کائنات جہاں میں) کوئی متنفس نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی نہ کوئی اس کی نگہداشت کرنے والا (مقرر) ہے۔ تو اس (اہتمام) کے بعد انسان کو لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ وہ کس (گندی اور ناپاک) شے سے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ایسے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو اچھل اچھل کر پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے (پیشاب کی نالی سے ہو کر) نکلتا ہے تو سب سے زیادہ توجہ دینے کی بات یہ ہے کہ یہی انسان اس پانی کو واپس لوٹانے (اور کسی باعزت

Marfat.com

اور قابل فخر طریقہ سے پیدا ہونے) پر بے شک و شبہ قدرت رکھتا ہے (بشرطیکہ اس کے متعلق صحیح جدوجہد کرے)۔ (اگر انسان نے ایسا نہ کیا اور وہ اپنی کوشش سے طریق پیدائش کے بدلنے پر قادر نہ ہوا تو جس (کائنات فطرت کے عظیم الشان بھید جس کی بنا پر علاوہ اور لا تعداد باتوں کے انسان کی پیدائش اس شرمناک طریقے سے مقرر کی گئی ہے) کھول دیئے گئے ، اس دن انسان کے پاس کوئی طاقت نہ ہوگی (کہ اپنے طریق پیدائش کو بدلے) اور نہ ہی کوئی اس کا مددگار ہوگا اور یہ آسمان جو اس ''واپس لوٹانے یعنی الرجع'' کے فعل کا (جس کا ذکر اوپر ہوا) مالک ہے اس امر کا گواہ ہے اور یہ زمین (مختلف قسم کی) توڑ پھوڑ پر قادر ہو کر انسان کو نئی زمین سجھانے کی ضامن ہے گواہ ہے کہ بے شک (جس شے کی طرف انسان کی خاص توجہ اس وحی میں دلائی گئی ہے وہ شے ایک فیصلہ کن قول ہے (جو اس لائق ہے کہ انسان اپنی تمام تر توجہ اس ''رجع'' پر قادر ہونے کی طرف لگا دے اور قرنوں اور صدیوں تک اس دھن میں لگا رہے اور یہ کوئی ہنسی مخول کی بے ہودہ بات نہیں۔ بے شک یہ کافر عرب (آئے دن) کوئی نہ کوئی مکر کرتے رہتے ہیں (کہ اسلام کی روشنی کو اچک لیں) اور میں ان کے خلاف اپنا مکر کرتا ہوں جس سے ان کی تمام مکاریاں مات ہو جاتی ہیں تو اے

Marfat.com

محمدؐ تو کچھ دنوں تک ان کافروں کو مہلت دے (پھر دیکھنا ان کی گت کیا بنتی ہے اور ان حقائق کی تلاش کی طرف لگ جا اور اپنے پیروؤں کو لگا دے تاکہ وہ کائنات کا راز پالیں اور بہتر مخلوق بننے کی طرف ارتقا کریں۔"

اس انتہائی طور پر دقیق اور پراز معانی سورت کا جس میں علم اور ہنر کا دریائے بے کراں بہ رہا ہے اور جس کے یہ چند الفاظ ہی اہل علم اور دنیا کے بڑے سے بڑے سائنسدان کے لیے قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا قطعی ثبوت ہو سکتے ہیں، کوئی اور ترجمہ کرنا سوائے اس کے جو میں نے اوپر کے الفاظ میں کیا ہے، یا اس سے کوئی مطلب لینا سوائے اس کے جو میں نے ظاہر کیا ہے یا اول سے آخر تک اس کو کسی اور طرح مربوط المطالب کرنا سوائے اس کے جس طرح پر میں نے کیا ہے، میرے اور ہر سلیم الذہن شخص کے نزدیک ناممکن ہے۔ اس سورت میں اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ o وَ مَا ھُوَ بِالْھَزْلِ o کے الفاظ کا وارد ہونا (یعنی یہ کہ جو بات اس سورت میں کہی گئی ہے فیصلہ کن قول ہے اور یہ کوئی ہنسی ٹھٹھے کی بات نہیں (ا) کہ انسان اپنی شرمناک پیدائش کا طریقہ بدل سکتا ہے اگر وہ جدوجہد کرے) اس شے کی دلیل ہے کہ اس سورت کے اندر کوئی عظیم الشان علمی سبق ہے جو بنی نوع انسان کو اس کی آئندہ بہتری کے لیے دیا جا رہا ہے اور جس سبق کی تکمیل میں انسان قرنوں اور صدیوں تک لگا رہے گا۔ بعثت کے چوتھے برس کے وسط میں غالباً یہ سورت نازل ہوئی اور اس وقت تک قرآن کی صرف پندرہ سورتیں نازل ہوئی تھیں، بہر نوع ان پندرہ سورتوں میں جو اس وقت تک نازل ہوئیں یہ سورت انسانی علم میں ایک شاندار اضافہ ہے جس کی حقیقت اس وقت تک یورپ اور امریکہ بہ شمولیت روس) ایٹم بم کے ایجاد ہونے کے بعد بھی نہیں سمجھے اور ابھی

Marfat.com

تک ان کے دماغوں میں یہ بات نہیں آئی کہ انسان کیونکر اپنی پیدائش کے موجودہ شرمناک طریقے سے (جو مرد اور عورت کی دو نہایت ناپاک جگہوں کے ملنے اور عورت کی ناپاک جگہ سے نکلنے سے ہوتی ہے) نکل کر کسی پاکیزہ طریقے کی طرف آ سکتا ہے (تاکہ خدا سے دوبدو ملاقات کا اہل بنے) اور اپنے اعضا میں کیونکر یہ انقلاب خود انسان اپنی جدوجہد سے پیدا کر سکتا ہے۔ قرآن حکیم پہلی آسمانی کتاب ہے جس میں خدا نے انسان کو کئی بار گندے اور ناپاک پانی سے پیدا ہونے کا طعنہ دیا۔ یہ طعنے حسب ذیل آیتوں میں ہیں۔

اَوَلَمْ یرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُبِیْنٌo وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَ نَسِیَ خَلْقَه‘:(۷۷/۳۶)، خَلَقَ الْاَنسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُبِیْنٌ o (۴/۱۶) اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًیo اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی o اَلَمْ نَخْلُقكُّمْ مِنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍo (۲۰/۷۷)

ان طعنوں کو پیش نظر رکھ کر خدا نے اس سورۂ الطارق میں واضح کر دیا کہ انسان اس ذلت سے فی الحقیقت نکل کر صحیح معنوں میں اشرف الخلق ہی نہیں بلکہ پاکیزہ خلق ہو سکتا ہے۔

صحیح مفہوم کے تعین کے ضمن میں سورہ کہف (۱۸) کا ذکر بھی قابلِ غور ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِینَةً لَّهَا لِنَبلُوَ هُمْ اَیُّهُم اَحْسَنَ عَمَلاً وَ اِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا o (۷/۱۸)

Marfat.com

''(اے بنی نوع انسان) در حقیقت ہم نے (معدنیات
، جمادات اور نباتات وغیرہ کے) جو بے شمار خزانے
(زمین پر یا اس کے اندر) پیدا کئے ہیں زمین کے لیے
بطور زیور کے بنائے ہیں۔ اس طرح اشیاء کے پیدا
کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم انسانوں کا امتحان لیں کہ
ان میں سے کون سی قوم (ان کا بہترین استعمال کر کے
ان کو زمین کا زیور بناتی ہے) اور ہمارے نزدیک حسن
عمل کرتی ہے اور یقین جانو (انسان اس زمین پر ان
خزانوں سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی غرض سے اس
قدر لگاتار محنت کرے گا) کہ ہم اس زمین پر جو جگہ
اونچی ہے اس کو (انسان سے تہ بالا کر کے بالآخر) چٹیل
میدان کر کے رہیں گے)''

یہاں صاف لفظوں میں قرآن کا حسن عمل (عملوا الصالحت) یہ ہے کہ انسان اس زمین کو پورے طور پر آراستہ پیراستہ رکھے اور اس کی ہر شے کو اس قدر مفید عام کر دے کہ وہ شے اس زمین کا زیور بن جائے۔ دنیا کی سب زندہ قومیں روز اول سے اسی جدوجہد میں لگی ہیں۔ لیکن قرآن اعلان کرتا ہے کہ ضرور ایک نہ ایک دن انسان زمین کے اندر تمام دفینوں اور معدنیات کو جو بالعموم پہاڑوں میں ہوتے ہیں سطح پر لا کر اپنے استعمال میں لائے گا اور زمین کی اونچ نیچ برابر کر کے اس کو چٹیل میدان بنا دے گا۔

Marfat.com

روز قیامت کی حقیقت

فطرت کی ہر جاندار اور بے جان شے روز اول سے اسی نہج پر چل رہی ہے جو اس کے لیے مقرر ہے۔ اس کے ادھر ادھر نہ ہونے کے باعث ان میں کفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ صرف انسان ہی وہ کم بخت وجود ہے جو فہم و ادراک کی عزیز القدر نعمت کے ہوتے ہوئے جو خدا نے اس کو راہ راست پر چلنے کے لیے دی تھی اپنے تکبر اور ظالم و جاہل ہونے کی وجہ سے اس امانت کو غلط استعمال کرتا ہے اور ہر لحظہ گناہ اور گمراہی میں پھنس کر اپنے اوپر سزا کا وبال لاتا ہے اور دنیا کے لیے ایک عذاب مجسم بنا ہوا ہے۔ ادھر مشکل یہ آن پڑی ہے کہ بزعم خود "نیک عمل" کرنے والے لوگ اکثر اوقات "نیکی" کا مفہوم اس قدر غلط لیتے ہیں کہ "گناہ گار" ہونے کے ڈر سے ہوشیار اور چالاک انسانوں سے' جنہوں نے صحیفہ فطرت سے سبق لیا ہے اور مادی لحاظ سے بلند و بالا ہونے کے باعث بلی کی طرح بے وقوف کبوتر کے پرخچے اڑا کر اپنا پیٹ بھرنا صحیح راہ سمجھا ہے، مات کھا جاتے ہیں اور اس طرح پر کائنات میں جزا و سزا کے مسئلے کو پیچیدہ کر دیتے ہیں۔ اس پیچیدگی اور دیگر عوارض کے باعث جو انسانی جماعتوں کی آپس میں جنگ و جدال کے باعث عاید ہوتے رہتے ہیں' اس زمین پر ہر انسان کو اس کے کیے کی پوری جزا یا پوری سزا نہیں ملتی اور انسان لامحالہ شک میں پڑ جاتا ہے کہ خدا اگر یقینی طور پر کائنات میں موجود ہے تو وہ کم از کم (معاذ اللہ) عادل خدا نہیں!! خدا کی صفات میں اس شک کو دور کرنے اور اس کو مکمل طور پر عدل و انصاف کرنے والی ہستی ثابت کرنے کے لیے اولاً خدا کے مطلق طور پر برحق ہونے ثانیاً صحیفہ فطرت کے برحق ہونے کے علاوہ ایک تیسری عظیم الشان حقیقت یعنی روز قیامت کے برحق ہونے اور لازمی طور پر واقع ہونے کو اس لیے ناگزیر قرار دیا گیا ہے کہ اس دن جزا و سزا کی کمی بیشی پوری کر دی

Marfat.com

جائے گی اور خدا کے مکمل طور پر صاحب عدل وانصاف ہونے کا واضح ثبوت انسان کو مل جائے گا۔

یہ روز قیامت صرف انسانوں کی عدالت کا دن ہو گا۔ صحیفہ فطرت کی کوئی دوسری شے اس عدالت میں اس لیے حاضر نہیں ہو گی کہ صحیفہ فطرت کی ہر شے اپنی اپنی جبلت کے مطابق اپنے مقررہ راستے پر آخر دم تک چلتی رہی اور ان پر کوئی گناہ یا ثواب عاید نہیں ہوا۔ اس کے برعکس انسانوں کا فیصلہ ان کے اعمال نامہ کے پیش نظر صادر ہو گا اور دنیاوی زندگی میں جزاوسزا کی کمی بیشی اس دن پورے عدل وانصاف سے پوری کر دی جائے گی۔ پھر تینوں حقیقتوں کے واضح ہو جانے کے بعد روز قیامت کا ختم ہو جانا بھی واضح کر دے گا کہ صرف خدا واحد حقیقت اور باقی سب خواب و خیال تھے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَأن وَّ يبقىٰ وَجهه‘ رَبَّكَ ذُوْالْجَلَال وَالاكْرام (سب کچھ جو اس صحیفہ پر ہے فنا ہونے والا ہے اور صرف تیرے صاحب جلال و عظیم الشان خدا کا وجود باقی رہے گا۔

Marfat.com

پس چہ باید کرد

(۱) سکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک عربی زبان کی تعلیم کو لازمی طور پر نصاب میں شامل کیا جائے تاکہ قرآن حکیم کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۲) عام تعلیم اور دین اسلام کی تعلیم کو باہم مربوط کیا جائے۔ مساجد اور ملحقہ مدارس کو جہاں تک ممکن ہو اس غرض کے لیے استعمال کیا جائے۔

(۳) اس وقت دینی مدرسوں میں قرآن کی تعلیم کم، وہ بھی زیادہ تر ناظرہ اور حفظ قرآن کی غرض سے اور حدیث اور فقہ وغیرہ کو زیادہ وقت دیا جاتا ہے۔ اب اس عمل کو ریورس گیئر لگانے کی ضرورت ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ قرآن کو نئے سرے سے پڑھنے، پڑھانے اور سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے باطنی اور حقیقی معانی تک انسان کی رسائی ہو سکے۔

قرآن کا دعوے ہے کہ وہ کتاب مبین ہے، بالکل واضح اور مفصل ہے، ہر شے کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے والی ہے، خزینہ علم و حکمت اور مکمل کتاب شریعت ہے، فطرت کی سچائیوں کا مظہر ہے۔ لہٰذا اس کے نکات کو حل کرنے یا تکمیل درس کے لیے کسی فلسفہ، کسی نقل و روایت حتی کہ کسی یقینی اور غیر یقینی حدیث کی بھی ضرورت نہیں۔ احادیث صحیحہ سے وحی کے مفہوم و مقصود کو سمجھنے میں مدد تو ملتی ہے لیکن عقیدتاً یہ کہنا کہ حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا قرآن کے دعویٰ کی نفی ہے۔ بد قسمتی سے لوگوں نے قرآن حکیم کو عملاً حدیث کے تابع بنا رکھا ہے جس کا نتیجہ امت میں ہولناک انتشار ہے۔ امت کی تقسیم در تقسیم ہے۔ اشد شدید ضرورت ہے کہ اصحاب علم کا کمیشن بٹھایا جائے جو دانشوروں، دینی سکالرز، قانون دانوں، اور اسلامی ذہن رکھنے والے سائنسدانوں پر مشتمل ہو اور وہ قرآن و سنت پر مبنی ایک متفقہ آئین مرتب کرے۔

Marfat.com

سرورِ کائنات ختم الرسل محمد مصطفیٰ ﷺ نے اہل عرب کو قرآن کے دستور پر چلا کر ایک قلیل مدت میں پستیوں سے نکال کر انتہائی بلندیوں پر فائز کر کے ثابت کر دیا تھا کہ قرآن کا دستور ہی وہ دستور ہے جو دنیاوی اور اُخروی زندگی میں فلاح کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ اس دستور کے جامع اور مکمل ہونے پر ایک وقت ایسا محکم یقین پیدا ہو چکا تھا کہ روئے زمین کا ہادی اعظم اور سالار انبیاء علیہ السلام وفات سے چار دن پہلے بے ہوشی کے عالم میں قلم دوات اور کاغذ طلب فرماتا ہے کہ ایک تحریر لکھ دے جس کے بعد امت گمراہ نہ ہونے پائے لیکن عرب کی اس بہترین امت کا وہ اولوالعزم امتی عمرؓ اس فرمائش کو سن کر نہیں گھبراتا اور اطمینان قلب سے کہہ دیتا ہے کہ ختم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ السلام درد کی شدت کے اثر سے ایسی بات کر رہے ہیں ورنہ "حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰه" یعنی کتاب خدا تو ہمارے لیے ابد الاباد تک کافی ہے۔ اب اس میں کچھ شے بڑھانے کی نہیں رہی!۔

(۴) مساجد کے خطیبوں کے لیے خصوصی لیکچرز تیار کئے جائیں جن سے قرآن اور سائنسی علوم کا باہمی تعلق اور اہمیت واضح ہو۔ ہو سکتا ہے وہ فقہی اور فروعی مسائل میں اختلافات سے ہٹ کر حقیقی اور بنیادی مسائل کی طرف توجہ دینے لگیں۔ مساجد کو نماز کے علاوہ کمیونٹی سنٹرز کے طور پر استعمال کیا جائے۔ ان کی انتظامیہ اپنے اپنے حلقوں میں سماجی، معاشی اور معاشری پہلوؤں پر نظر رکھیں۔ مناسب حد تک انہیں آئینی اختیارات حاصل ہوں۔

(۵) پاکستان کے آئین میں لکھا ہے کہ ملک میں کوئی قانون قرآن اور سنت کے خلاف نہیں ہوگا۔ بھلا یہ جمہوریت کا موجودہ سسٹم جس کے تحت بلاشبہ بڑے بڑے زمیندار اور سرمایہ دار اپنی ناجائز طریقہ سے کمائی ہوئی دولت کے بل بوتے پر اقتدار میں آجاتے ہیں اور اصحاب علم اور اہل لوگ غریب

Marfat.com

ہونے کے ناطے الیکشن کا سوچ بھی نہیں سکتے' کس لحاظ سے قرآنی روح کے خلاف نہیں ہے ؟ قرآنی نظام کے تحت الیکشن اور سلیکشن کے عمل کی بنیاد میرٹ اور صرف میرٹ ہے اور اقتدار صرف "اصحاب علم وجسم" کی بنیاد پر ملتا ہے۔ زَادَهُ اللّٰهُ بَسْطَتَه فِي الْعِلْمِ وَلْجِسمَ (۲۴۷/۲) کو امارت کی صحیح بنیاد قرار دے کر یکسر فیصلہ کر دیا ہے کہ دولت میں وسعت یعنی سرمایہ داری امارت کے لیے کوئی اہلیت نہیں۔ عالم کی نئی نئی ایجادات کی بدولت ہی مزدور کے ہاتھ اور سرمایہ دار کی ذولت پروڈکٹو ثابت ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ دونوں چیزیں عالم کے علم کے ماتحت ہیں۔ ان حالات میں انسان کی آخری امید علم کی حکومت ہے۔ لہٰذا ایسا نظام وضع کرنے کی ضرورت ہے جس کے ذریعے اولوالالباب (دانشور)' قرآن و سنت اور فطرت کے عالم 'ٹیکنوکریٹس' صحتمند اور ہر دلعزیز لوگ اقتدار میں آسکیں جو اکثر غریب طبقے کے لوگ ہیں اور اکثریت میں ہیں۔ موجودہ زمانے کے تقاضے چونکہ نزول قرآن کے وقت کے تقاضوں سے کئی لحاظ سے مختلف ہیں اور اسلامی نظام کے نفاذ میں مشکلات کا سامنا ہے اس لیے آئین میں قرآنی حدود کے اندر رہتے ہوئے مناسب حال ترامیم کرنا ہوں گی۔ باہمی مشاورت کا نظام قائم رکھتے ہوئے آئین میں ایسی شق بھی شامل کرنا ہو گی جس کے حوالہ سے امیر ملت حتمی فیصلہ کرنے کا مجاز ہو جسے چیلنج نہ کیا جا سکے۔

(۶) زکوٰۃ کے عمل کو حکومتی سطح پر نافذ کیا جائے۔ ٹیکس ختم کر دیئے جائیں "اَلْحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِيْنَ" قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جسے نماز کی ہر رکعت میں پڑھا جاتا ہے اور جس میں رب العالمین کی تعریف کا باعث ربوبیت کی صفت قرار پائی ہے، اس سے تو یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان

Marfat.com

بھی بنی نوع انسان کی پرورش کا رویہ اختیار کریں۔ لٰہذا عشرو زکوٰۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں قوم کے راہنما پہل کر کے اپنی مثال قائم کریں تو یقیناً عوام الناس کی اکثریت اس عمل خیر میں پیچھے نہیں رہے گی۔

(۷) زمین یا اور دیگر پراپرٹی پر صرف اس کا حق ہے اور اسی قدر ہے جو اس نے اپنی محنت سے حاصل کی ہو یا جائز طریقہ سے حاصل کردہ وراثت میں ملی ہو۔ اس کے علاوہ باقی ہر طریقہ سے کمائی ہوئی پراپرٹی بے زمین خود کاشتکاروں اور نادار لوگوں کا حق ہے۔ یہ اصول ہر قسم کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد پر لاگو کیا جائے۔

ہمارے ملک پاکستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وسائل کی کمی نہیں۔ زرخیز زمین کے علاوہ دریا' نہریں' پہاڑ اور سمندر اور دیگر ذرائع رزق بکثرت دستیاب ہیں۔ موسم بھی سازگار ہیں۔ اگر صنعت و حرفت اور خاص کر زراعت کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تو ملک نہ صرف خود کفیل ہو سکتا ہے بلکہ "سرپلس" کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

(۸) اسراف یعنی فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن نے "شیطان کے بھائی" قرار دیا ہے۔ اگر اس بدعادت سے پرہیز کیا جائے اور درمیانی راہ اپنائی جائے نیز دیانت و محنت کی عادت اختیار کی جائے تو قرضوں کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔

(۹) تعلیم خصوصاً سائنس اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لیے انتہائی قدم اٹھائے جائیں اور تسخیر کائنات کے عمل کو ایمان کا حصہ سمجھ کر لائحہ عمل متعین کیا جائے۔

(۱۰) خواتین کی تعلیم و تربیت میں کمی کو پورا کیا جائے تاکہ ان کی صلاحیتوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے۔

Marfat.com

(۱۱) سکولوں اور کالجوں میں فوجی ٹریننگ لازمی قرار دی جائے تاکہ قوم کے نوجوانوں میں مجاہدانہ صلاحتیں پیدا ہوں۔

(۱۲) ایمان، اتحاد تنظیم اور اخوت قوم کا موٹو قرار دیا جائے۔

(۱۳) اسلامی ممالک کے ساتھ ترجیحی روابط قائم کئے جائیں اور امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

(۱۵) تبلیغ دین کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ علم، دلیل و برھان، اخلاق و کردار اور رواداری تبلیغ کے بنیادی اصول قرار پائیں بلکہ بیت اللہ شریف کو عملی طور پر امت مسلمہ کا مرکز بنایا جائے جہاں شرعی مناسک کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ امت کے باہمی دلچسپی کے معاملات میں متفقہ لائحہ عمل طے کیا جاسکے۔

(۱۶) بین الاقوامی امن و سلامتی کے قیام میں بھرپور تعاون کیا جائے لیکن مظلوم و مجبور اور غلام قوموں کی حتی المقدور مدد کی جائے۔

Marfat.com

اسلام کیا ہے؟

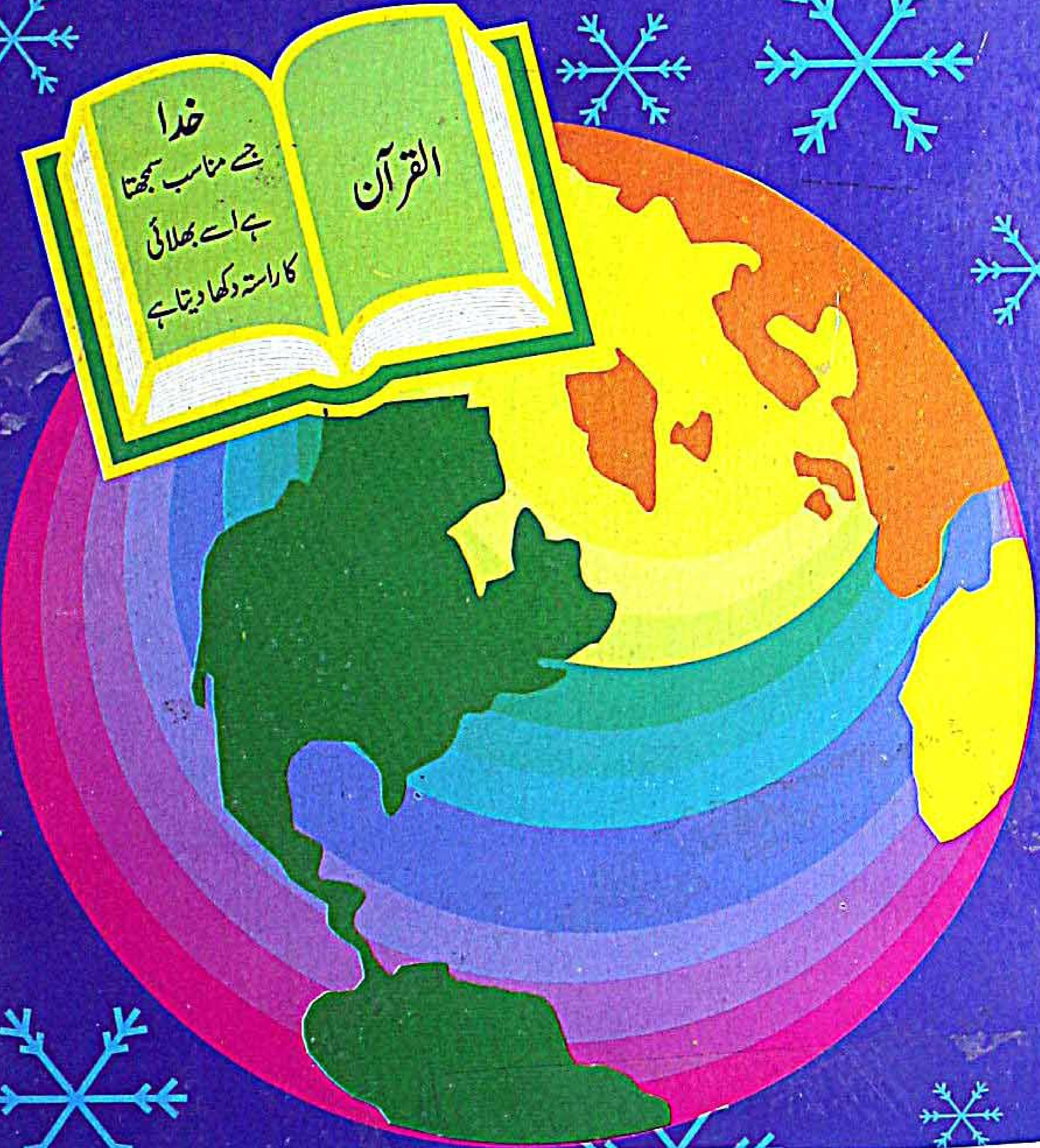

بشیر احمد قریشی

297.01
ب 57 ا
92375

Marfat.com